ان قرآنی آیات کی تشریح و ترجمہ جو شروع ہوتی ہیں

یا ایھا الناس سے

اللہ نور السمٰوٰت والارض

محمد رسول اللہ

نور من نور اللہ

ایک شخص ایک قطعی فضول زندگی گزار کے بہ حیثیت ایک انجینئر کے ریٹائر ہو کے مرشد کے حضور میں پہنچا۔ وہ مرشد عبیداللہ درّانی کا مرید نہیں تھا اور اس نے کسی دوسرے شخص کو اس لائق نہیں سمجھا کہ وہ اس کا مرید بنے۔ یا پھر دوسرے باصفا اشخاص نے اس کو اس قابل نہیں سمجھا کہ اس فضول سے جاہل شخص کو اپنا مرید بنائیں۔ مگر مرشد درانی سے ایک وہ رشتہ جو پیری مریدی سے زیادہ گہرا تھا اس فضول شخص کی خوش قسمتی میں شامل تھا اور یہ رشتہ پورے 53 سال قائم رہا۔

مرشد درّانی نے مسافر سے فرمایا کہ ایک بزرگ ڈاکٹر حامد حسن بلگرامی کراچی میں قرآن کے فیوض بٹور رہے ہیں جاؤ ان کی مدد کرو۔ یہ بات یقینی ہے کہ اس وقت تک مرشد درّانی کی مرشد بلگرامی سے اس زمین پر ملاقات نہیں ہوئی تھی اور یہ بات جو کہی جاتی ہے کہ اس عالم کے علاوہ کسی اور عالم میں حضرت بلگرامی کا ہاتھ مرشد درّانی کے ہاتھ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں مدینہ میں پکڑا دیا گیا تھا یقینی سچ ہوگی بلکہ سچ ہے۔ میں اس بات کا گواہ نہیں ہوں مگر میں سچ کو سچ ماننے کے لئے نہ خود اپنی گواہی کو قابل اعتنا سمجھتا ہوں نہ کسی دوسرے کی گواہی کو سچ بغیر گواہی کے بھی سچ ہی ہے۔

مرشد درّانی نے اس فضول سے آدمی کو مرشد بلگرامی کے پاس قلم مزدوری کے لئے بھیج دیا اور اس ''قلم مزدور'' نے جتنا اس سے ممکن ہو سکا مرشد بلگرامی کی قلمی خدمت کی۔

مرشد بلگرامی اس وقت تک بہت سے کام کر چکے تھے۔ لندن یونیورسٹی میں پروفیسر، جدہ یونیورسٹی میں پروفیسر، جامعہ اسلامیہ بہاولپور کے شیخ الجامعہ اور پھر تین سال یا کچھ کم مدینہ میں

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں بیٹھ کر قرآن کریم کا تفسیر نما ترجمہ یا ترجمہ نما تفسیر ''فیوض القرآن'' تالیف کی اور اب اسّی پچاسی سال سے زیادہ کی عمر میں بھی کام میں مستعد تھے۔
اب یہ معلوم نہیں کہ مرشد دُرّانی نے اس ''مسافر'' کو مرشد بلگرامی کے پاس بلگرامی صاحب کی مدد کے لئے بھیجا تھا یا اس مسافر کو اس کی تربیت کے لئے۔ نتیجہ دونوں طرح کچھ ٹھیک ہی نکلا۔
حضرت بلگرامی کی کئی کتابیں ایسی شائع ہوئیں کہ اس میں کتابت کی کوئی غلطی نہیں نکلی۔ یہ بڑی عرق ریز تصحیح مسودہ (پروف ریڈنگ) کا نتیجہ تھا اور اس پر مسافر نے فخر کیا۔ بلگرامی صاحب کی خواہش کے مطابق کم از کم دو کتابوں ''تنویر سحر'' اور ''ندائے حرم'' کا انگریزی میں ترجمہ بھی اسی مسافر نے کر دیا جو پسند کیا گیا۔

دوسری طرف اس دس سالہ خدمت کے دوران مسافر کو اندازہ ہوا کہ قرآن کریم میں استعمال ہونے والے اسّی فیصد الفاظ اردو میں مستعمل ہیں (بدقسمتی سے ہماری نئی نسل سے اردو زبان چھین لی گئی اور اس طرح ان کو قرآن سے دور کر دیا گیا۔)

جب مرشد بلگرامی ''پردے کے پیچھے'' چلے گئے تو اس مسافر نے جس کو لوگ بلگرامی صاحب کا منشی بھی کہنے لگے تھے خود قلم سنبھال لیا۔ اس وقت مسافر کے کارنامے گنوانے مقصود نہیں ہیں۔ بلگرامی صاحب نے اپنی دنیوی حیات میں ایک کتاب تالیف کی تھی اور نام رکھا تھا ''ندائے حرم''۔ یہ ان 89 آیات کا ترجمہ اور تشریح تھی جو ''یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ'' سے شروع ہوتی ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا مومنین سے براہ راست خطاب۔ اس کتاب کا ترجمہ انگریزی زبان میں ''مسافر'' نے کیا۔ اب مسافر یہ سوچ رہا تھا...... کئی مہینوں سے...... کہ وہ آیات جو ''یَا اَیُّھَا النَّاسُ'' سے شروع ہوتی ہیں جن میں خطاب عام انسانوں سے ہے چاہے وہ مومن ہوں یا کافر ان کو کیوں چھوڑ دیا گیا۔ آخر طے یہ کیا کہ ان 21 آیات کا ترجمہ وتشریح اردو میں کیا جائے۔

مسافر کی یہ جراءت نہیں ہے کہ قرآنی آیات کا ترجمہ خود کرے کیونکہ یہ بڑی ذمہ داری کی بات ہے۔ مگر اردو میں بحمد اللہ قرآن کریم کے ترجمے تشریح تفہیم وغیرہ شائع ہوئے ہیں۔ ان سے مدد لی گئی (ہر لفظ کسی مستند مترجم یا مفسّر سے لیا گیا)۔ قرآن کریم ساری امت مسلمہ کی میراث اور ملکیت ہے اور اس کا سارا ترجمہ اور تشریح ساری امت کے لئے ہے اگر استفادہ چوری اور مالی مفاد تک نہ پہنچ جائے۔ یہاں کسی کا ایک خوبصورت شعر یاد آ گیا۔ جو بالکل حسب حال نہ بھی ہو تو معناً حسب حال ہے۔

ہر امتی کا حق ہے قدم بوسی رسول

یہ اور بات ہے کہ یہ قسمت کی بات ہے

قرآن کریم کے پیغام کو عام کرنا اگر قدم بوسی رسول نہیں ہے

تو قدم بوسی کا ذریعہ تو بن سکتا ہے۔

آج کل ''انسانی وحدت'' اور گلوبل ویلج Global Village کا بڑا تذکرہ ہے مگر یہ بھلا دیا گیا ہے کہ وحدت انسانی کا پہلا منشور ''خطبہ حجۃ الوداع'' ہے (آج سے تقریباً پندرہ سو سال پہلے) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب یا رسول کی زبان سے اللہ کا اعلان (یہ ایک ہی بات ہے)۔

خاکسار مسافر

حسن اختر

پس نوشت اس کتاب کے حقوق محفوظ نہیں ہیں جو فرد یا ادارہ چاہے اس کو بلا اجازت مالی مفاد یا دینی مفاد کے لئے شائع کر سکتا ہے۔ یہ کتاب فیروز سنز، بیت القرآن اور البلال بک سینٹر اردو بازار کراچی سے بہت کم قیمت پر مل سکتی ہے۔ مولفین زیادہ تعداد میں منگانے والوں کو لاگت سے کم قیمت پر فراہم کریں گے۔ جو اشخاص یا ادارہ شائع کرنا چاہیں ان کو CD مفت فراہم کی جائے گی اور اجازت ہے کہ اپنا نام استعمال کریں۔

ثمّ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آیت نمبر۱:

عام حکم عبادت الٰہی کے لئے

یَا اَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

"اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا، تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی اتار کر اس سے پھل پیدا کر کے تمہیں روزی دی، خبردار باوجود جاننے کے شریک مقرر نہ کرو۔"

(البقرۃ/2:2, 21, 22)

﴿یَا اَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا﴾

"اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو۔"

﴿اَلنَّاسُ﴾ عربی زبان میں مطلقاً انسان کے معنی میں آتا ہے۔ جس میں موجود اور غیر موجود اور آنے والے تمام انسانوں کو شامل سمجھا جائے گا اور ان کا صرف انسان ہونا کافی ہے۔ مومنین اور کافرین دونوں شامل ہیں۔

عبادت کے بغیر ایمان کافی نہیں سمجھا گیا اس لئے شروع عبادت کی تعلیم وتاکید سے

ہے۔اس لئے پہلا لفظ ہے۔

﴿اَعْبُدُوْا﴾ عبادت کی شدّت یا نرمی دونوں کی کوئی حد نہیں ہے۔جس کو جس قدر توفیق ملے اور جس راہ میں توفیق ملے۔ایک پیاسے کتے کو پانی پلا دینے سے لے کر اعلان حق کی راہ میں جان قربان کر دینا سب ہی عبادت میں شامل سمجھا گیا ہے۔

﴿ربّ﴾ اس آیت میں دوسرا قابل غور لفظ ہے رب رب وہ ذات ہے جو انسان کی پرورش کی کفیل ہے۔نوزائیدہ بچے کی (مجازی) رب تو خود اس کی ماں ہے۔(مجازی رب حقیقی نہیں) اور اس کے بعد انسان ساری زندگی اپنی زندگی کی کفالت اپنے دوستوں،عزیزوں دوسرے عام انسانوں سے حاصل کرتا ہے مگر اوّل و آخر اس کو اپنے رب کو پہچاننا پڑتا ہے۔ربوبیت کو عام کہا جا سکتا ہے مگر جو میرا رب ہے وہی میرے ماں باپ اور کفیلوں کا بھی رب ہے اور اس کی توفیق اور ہدایت سے دوسرے چھوٹے موٹے مجازی رب میرے ساتھ ربوبیت کا برتاؤ کرتے ہیں مگر ''**ربّ مطلق**'' صرف ایک ہے اور اس وقت رب کا لفظ (جو لغوی طور پر اسم صفت ہے) اسم ذات یعنی اللہ کا مترادف بن جاتا ہے اور وہی رب ایک گوشت کے لوتھڑے کو عقل مند سمیع بصیر ادراک والا ماہر انسان بناتا ہے اور یہ ہی انتہائے ربوبیت ہے (اگر اللہ کی کسی صفت کی کوئی انتہا ہو بھی سکتی ہے۔اگر انتہا کا تخیل بھی آ گیا تو وہ انتہائی بے عقلی کی بات ہوگی۔)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس اللہ نے انسان کو پیدا کیا ہے اس کی تعظیم اور عبادت میں کسی دوسرے کو شریک کرنا،اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی گناہ نہیں ہے''۔(بخاری و مسلم)

قرآن کریم کامل ترین کتاب ہدایت ہے، جو صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اس کی عظمت یہ ہے کہ جہاں وہ متقین کے لئے ہدایت ہے وہاں بنی نوع انسان کو مجموعی طور پر بھی خطاب کرتی ہے اور انہیں دعوت دیتی ہے کہ وہ ''لا الہ الا اللہ'' یعنی توحید کی طرف آئیں۔ مذکورہ حدیث میں توحید میں کسی دوسرے کی شراکت کو سب سے بڑا گناہ اسی لئے کہا گیا ہے کہ ہم میں سے زیادہ تر لوگ بڑے بڑے گناہوں سے بچے رہتے ہیں۔ مگر اس سب سے زیادہ کبیرہ گناہ (شرک) میں جو (قرآن اور حدیث کی رو سے) ناقابل معافی ہے اس میں آسانی سے ملوث ہو جاتے ہیں۔

﴿الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ﴾

''جس (ذات) نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا۔''

یعنی اس ذات باری تعالیٰ کی عبادت اس لئے بھی کرنا ضروری ہے کہ اس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اس جملے میں اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی صفت بیان ہوئی ہے جو مخلوق میں سے کسی میں پائے جانے کا وہم وگمان بھی نہیں ہوسکتا بطن مادر کی تاریکیوں اور گندگیوں میں ایسا حسین وجمیل، پاک وصاف انسان بنا دینا کہ دنیا دیکھتی رہ جائے، یہ کام صرف اسی ذات حق تعالیٰ کا ہے، جو کسی کا محتاج نہیں اور سب اس کے محتاج ہیں۔

آیت میں ﴿خَلَقَکُمْ﴾ کے بعد ﴿وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ﴾ کا اضافہ فرما کر یہ بتایا کہ تم اور تمہارے آباؤ واجداد یعنی تمام بنی نوع انسان کا خالق ومالک وہی ایک پروردگار ہے۔ آیت میں صرف ﴿مِنْ قَبْلِکُمْ﴾ کا ذکر فرمایا ''مِنْ بَعْدِ کُمْ'' یعنی بعد میں پیدا ہونے والوں کا ذکر نہیں فرمایا، تو گویا یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ امت محمدیہ کے بعد کوئی دوسری امت یا ملت نہیں ہوگی کیونکہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہونا تھا۔ اُمت محمّدیہ حال اور مستقبل میں ایک اکائی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عبادت کا حکم صرف تمہیں ہی نہیں دیا گیا بلکہ تم سے پہلے لوگوں کو بھی یہ حکم دیا گیا تھا۔

انسان پر جس قدر انعامات ہیں نہ کسی پتھر کے تراشے ہوئے بت نے کئے ہیں نہ فطرت کی طاقتوں نے **نہ کسی بھی انسان نے**۔ اگر کوئی منعم اور محسن ہے بھی تو قطعی طور پر وہ اللہ کی طرف سے انعام اور احسان لایا ہے۔

﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ ''شاید کہ تم متقی بن جاؤ۔''

اس جملہ میں لفظ ''لَعَلَّ'' استعمال فرمایا ہے جو رجاء یعنی امید کے معنی میں آتا ہے، اور ایسے موقع پر بولا جاتا ہے جہاں کسی فعل کا وقوع یقینی نہ ہو۔ توحید کے اقرار اور ایمان لانے کے نتیجہ میں نجات اور جنت کا حصول وعدۂ الٰہیہ کے مطابق یقینی ہے، مگر اس یقینی شے کو امید و رجاء کے عنوان سے بیان کرنے میں حکمت یہ ہے کہ انسان جان لے کہ اس کا کوئی عمل بذات خود نجات اور جنت کی قیمت نہیں بن سکتا، بلکہ فضل الٰہی ہی اس کا اصل سبب ہے۔ ایمان و عمل کی توفیق میسّر ہونا اس فضل ربی کی علامت ہے، علت نہیں۔ چنانچہ بنی نوع انسان کو کھلا پیغام دے دیا گیا کہ دنیا میں گمراہی اور آخرت میں عذاب سے نجات پانے کی امید صرف اسی صورت ممکن ہے کہ توحید کو اپنایا جائے اور شرک سے دور رہا جائے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((قاربوا وسددوا، واعلموا انه لن ينجو احد منكم بعمله)) قالوا: يا رسول الله! ولا انت؟ قال: ((ولا انا، الا ان يتغمدني الله برحمة منه وفضل))

''میانہ روی اختیار کرو اور ٹھیک طریقے سے عمل کرو اور جان رکھو کہ تم میں سے کوئی محض اپنے عمل کی وجہ سے نجات نہیں پائے گا۔'' کہا گیا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ بھی؟ فرمایا: ''میں بھی مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور فضل سے مجھے ڈھانپ لے۔''
(مسلم:2816)

عبادت سے مطلوب یہ ہے کہ تم پرہیزگار اور متقی بن جاؤ، تاکہ انسانوں کے اس پسندیدہ اور بہترین گروہ میں شامل ہو جاؤ جو متقین اور اللہ کی عبادت کرنے والوں کا گروہ ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے خالق کائنات کی الوہیت بلاشرکت اور ربوبیت مطلقہ کو پہچانا اور جتنا بھی ممکن تھا اللہ کے احکام اور ہدایات پر عمل کیا۔ عمل اتنا ہی طلب کیا جا رہا ہے جتنا اس انسان کی بساط اور توفیق اور کوشش سے ممکن ہے مگر توحید بغیر کسی تصریح کے مطلقاً مانگی جاتی ہے اور شرک قطعی مطلقاً ناقابل معافی ہے۔ الفاظ کو توڑ مروڑ کے ذو معنی الفاظ استعمال کر کے فلسفیانہ موشگافی کر کے توحید اور شرک کو خلط ملط (گڈمڈ) کرنے والے اور دوسروں کو یہ سکھانے والے اپنی اور دوسروں کی گمراہی کے جواب دہ خود ہوں گے **''قُوْلُوْ قَوْلاً سَدِیْدًا''**۔ ''صاف سچی بات کرو''

تقویٰ: تقویٰ کے معنی مفسرین نے ڈر کے لئے ہیں جو اس خاکسار مولّف کے نزدیک مکمل نہیں ہیں۔ (انذار اور انذر کے الفاظ قرآن کریم میں ویسے بھی موجود ہیں) ملاحظہ فرمائیں سورۃ مدثّر کے الفاظ ﴿اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکُم﴾ اور خوف کا لفظ بھی موجود ہے بار بار ﴿لَاخَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَاهُمْ یَحْزَنُوْنَ﴾ اصل میں خوف عمل اور ڈر ہدایت کی طرف رجوع نہیں کرتا۔

تقویٰ کیا ہے؟ یہ ضمیر کے احساس، شعور کی پاکیزگی اور اللہ سے مستقل ڈرتے رہنے کا

نام ہے۔ زندگی کی راہ گزر پر کانٹوں سے بچتے ہوئے چلنے کا نام تقویٰ ہے ایسی راہ گزر جہاں رغبتوں اور خواہشوں کے کانٹے ہیں، جہاں آرزوؤں اور تمناؤں کی خار دار جھاڑیاں ہیں، جہاں جھوٹے خوف اور نادیدہ خطرات چھائے ہوئے ہیں، جہاں جھوٹی امیدیں اور ناتمام آرزوئیں دامن تھام لیتی ہیں، جہاں انسان ان لوگوں سے ڈرتا ہے جو اسے کوئی نفع یا نقصان پہنچ سکتے ہیں۔ اگر انسان ان تمام دنیاوی امور کو دین کے تابع کر لے اور اللہ سے لو لگا لے، تو اسی کا نام تقویٰ ہے۔ مزید فرمایا:

﴿اَلَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخۡرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزۡقًا لَّکُمۡ ۚ فَلَا تَجۡعَلُوۡا لِلّٰهِ اَنۡدَادًا وَّاَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ۝

''جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی اتار کر اس سے پھل پیدا کر کے تمہیں روزی دی، خبردار باوجود جاننے کے شریک مقرر نہ کرو۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے انعامات کا ذکر فرما کر انسان کے دل و دماغ کو جھنجھوڑا کہ باطل الٰہوں کی پرستش کر کے تمہارے ضمیر مطمئن نہیں ہوتے تو اس کی وجہ بھی تم جانتے ہو۔ جس ذات نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا، آسمان سے پانی برسایا اور کھانے پینے کا بندوبست کیا، صرف اسی کی عبادت کرو۔

زمین کو بچھونا بنانے کی تعبیر بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو انسانوں کے لئے کس قدر آرام دہ اور پرسکون بنایا ہے۔ لوگ اس حقیقت کو فراموش کر دیتے ہیں کہ زمین کو اللہ تعالیٰ نے یہاں انسان کے لئے فرش بنایا ہے اور ایک اور مقام پر اس کو ''مِهٰدًا'' کہا ہے ﴿اَلَمۡ نَجۡعَلِ الۡاَرۡضَ مِهٰدًا کیا زمین کو تمہارا گہوارہ نہیں بنایا؟﴾ مھاد جمع ہے مھد کی وہ چھوٹا سا بستر جس

میں بچہ ماں کی گود جیسا آرام پاتا ہے۔

خلاصہ

اس آیت میں اللہ تعالٰی نے اپنی عبادت کا حکم دیا اور وہ اس لئے کہ اللہ تعالٰی نہ صرف انسان کا خالق ہے بلکہ رب بھی ہے یعنی اس کے آرام وآسائش کا فراہم کرنے والا، اور عبادت اور مستقل عبادت اور حاضری اور حضوری کی فہمائش کی۔ اس مستقل عالم حضوری کو تقوی کا نام دیا۔ اگر انسانوں میں (صرف مومنین میں نہیں بلکہ عام انسانوں میں) تقویٰ پیدا ہو جائے تو زمین کے اوپر جتنا فساد پھیلا ہوا ہے ختم ہو جائے اور طاغوت کو کسی اور عالم کی تلاش کرنی پڑے۔

آیت نمبر۲:

کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دینا صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

يَآاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○

"اے لوگو! زمین میں جس قدر بھی حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں، انہیں کھاؤ پیو اور شیطانی راہ پر نہ چلو، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ وہ تو تم کو یہ حکم کرے گا کہ برے کام اور بے حیائی کرو، اور اللہ کے بارے میں وہ (جھوٹی) باتیں کرو جن کا تمہیں علم نہیں ہے۔"

(البقرة/2:168، 169)

ربط آیات

ان آیات سے پہلے سورۃ البقرۃ کی آیات 164 تا 167 میں خالص توحید کا بیان ہو چکا ہے ان آیات کا ترجمہ فیوض القرآن (مولفہ حامد حسن بلگرامی) سے ماخوذ پیش کرتا ہوں۔

"بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے بدلتے رہنے میں اور کشتیوں میں جو دریا میں لوگوں کے فائدے کی چیزیں لے کر چلتی ہیں اور اس پانی میں جو اللہ تعالیٰ آسمان سے اُتارتا ہے (برساتا ہے) پھر اس سے مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے (یعنی خشک ہو جانے کے بعد سرسبز و شاداب کرتا ہے) اور زمین پر ہر قسم کے جانور پھیلانے میں اور ہواؤں کے

بدلتے میں اور بادلوں میں جو آسمان و زمین کے درمیان اس کے تابع فرمان ہیں۔(ان سب چیزوں میں) بے شک عقل مندوں کے لئے (اللہ کی وحدانیت رحمانیت اور قدرت و حکمت کی) بڑی نشانیاں ہیں۔

ان نشانیوں کے بعد بھی ایسے بے وقوف ہیں جو غیر اللہ کو اللہ کے برابر ٹھہراتے ہیں (دوسروں کو اللہ کا شریک، ہم رتبہ، مقابل بناتے ہیں) اور ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے (رکھنا چاہئے) لیکن جو ایمان والے ہیں ان کو (تو صرف) اللہ کی محبت سب سے زیادہ ہے۔ (وہ اللہ سے شدت کے ساتھ محبت کرتے ہیں) اور کاش یہ ظالم (اسی وقت جان لیتے جس وقت انہوں نے (دنیا میں کسی) مصیبت کو دیکھا کہ ساری قوت اللہ ہی کے لئے ہے۔ اور یہ کہ اللہ کی مار سخت ہے۔

جب کہ وہ (کفر و عصیان کے) پیشوا اپنی پیروی کرنے والوں سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔ اور (دونوں فریق) عذاب کو دیکھیں گے اور ان کے آپس کے تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔

اور (اس وقت ان باطل پرستوں کی) پیروی کرنے والے کہیں گے کہ کاش ہم کو پھر (دنیا میں) واپس جانا نصیب ہوتا تو ہم ان سے (ایسے ہی) بیزار ہو جاتے جیسے (آج) وہ ہم سے بیزار ہیں۔ اس طرح اللہ ان کو ان کے سب کام (صورتِ) حسرت بنا کر دکھلائے گا (ان کے اعمال ان کے لئے سرتاسر موجب پشیمانی ہوں گے) اور ان کو آتش (عذاب) سے نکلنا نصیب نہ ہوگا۔"

تفسیر بغوی میں ہے کہ یہ آیات بنو ثقیف، بنو خزاعہ، بنو مماج اور عامر بن صعصعہ کے بارے میں نازل ہوئیں جن کے آپس میں حلال اور حرام کے سلسلہ میں نزاع تھے۔ مشرکین مکہ کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ بت ہی (یا ان بتوں کے پیچھے چھپے ہوئے خدا ہی) ان کے الٰہ اور حاجت روا

ہیں۔انہوں نے بعض بتوں کے نام رکھ لئے تھے۔(آج کے ہندوستان میں بھی چیچک بیماری کی دیوی ماتا اور دولت کی دیوی لکشمی اور عقل اور قحط سالی اور جنگ اور موت وغیرہ کی سینکڑوں بلکہ ہزاروں دیوی دیوتا اور ہیں اور ایک ناگ دیوتا بھی ہے جس کو چھونے سے بھی یہ ڈرتے ہیں۔) ہندوستان میں دیوتاؤں کے نام پر چھوڑے ہوئے سانڈ دہلی کی سڑکوں پر "کھاد" پھیلاتے ہیں اور کوئی ان کو ڈنڈا بھی نہیں مار سکتا، اور ہنومان کی اولاد کو یہ مارتے نہیں ہیں مگر پکڑ کر ایکسپورٹ کرنا اچھی تجارت ہے۔)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ساری تفصیل کو نظر انداز کیا اور چند آیات توحید کے بعد یہ آیات نازل فرمائیں کہ حلال اور حرام قرار دینا صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔

الفاظ و معانی

حلّ: کسی گرہ کو کھولنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے یہاں حل کے معنی ہیں کہ اس چیز پر سے پابندی ہٹالی گئی ہے اور یہ کھلی اجازت کے معنی میں ہے۔

خُطُوٰتِ: خطوہ کی جمع ہے اور یہ چلتے ہوئے کے نقش قدم کے درمیانی فاصلہ کے معنی میں ہے۔ خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ کے معنی ہوئے شیطان کے نقش قدم۔

عَدُوٌّ: دشمن ہے اور شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے۔

بِالسُّوْءِ وَالْفَحْشَاءِ: سوء وہ چیز ہے کہ جس کو دیکھ کر ایک پاکیزہ انسان کو دکھ ہو اور فحشا تمام فحش چیزوں کی جمع ہے۔

اِنَّمَا یَاْمُرُکُمْ: امر حکم کے معنی میں آتا ہے۔شیطان انسان کو حکم کرتا ہے یعنی

وسوسہ ڈالتا ہے یا گمراہ کرتا ہے۔

فرمان نبوی: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشہور راوی حدیث عبداللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں اور یہ روایت ''مسلم'' کی حدیث 2814 ہے۔اس کا مفہوم ہے۔

آدم کے بیٹے کے قلب میں ایک شیطان کی طرف سے الہام واثر ہوتا ہے اور دوسرا فرشتے کی جانب سے۔ شیطانی وسوسے کا اثر یہ ہوتا ہے کہ برے کام کرنے کے فوائد ومصالح سامنے آتے ہیں اور حق کو جھٹلانے کی راہیں کھلتی ہیں، اور فرشتے کی جانب سے اثر، خیر اور نیکی پر انعام وفلاح کا وعدہ اور حق کی تصدیق پر قلب کا مطمئن ہو جانا ہوتا ہے۔'' (مسلم :2814)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میری دعاؤں کو قبول فرمایا کرے، آپ نے فرمایا:

''اے سعد! پاک چیزیں اور حلال لقمہ کھاتے رہو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری دعائیں قبول فرماتا رہے گا۔قسم ہے اس اللہ کی جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے حرام کا لقمہ جو انسان اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے اس کی نحوست کی وجہ سے چالیس دن تک اس کی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ جو گوشت پوست حرام سے پلا وہ جہنمی ہے۔''

حضرت سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نجات تین چیزوں پر منحصر ہے:

''حلال کھانا، فرائض ادا کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کرنا۔''

﴿اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾ ''وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔''

آیت نمبر ۲:

تمام انسانیت ایک خاندان ہے۔

﴿یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ ۚ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا○﴾

"اے لوگو! اپنے پروردگار (کی نافرمانی کے نتائج) سے ڈرو، جس نے تم (سب) کو ایک ہی جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں (دنیا میں) پھیلا دیئے۔ اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے (اپنے حقوق) مانگتے ہو اور رشتے ناتے توڑنے سے بھی بچو، بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے۔"

(النساء/1:4)

شانِ نزول، پس منظر اور پیش منظر:

سورۃ النساء مدنی ہے۔ صحیح بخاری میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سورۃ النساء اس وقت نازل ہوئی جب شادی کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آ چکی تھی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہجرت کے آٹھ ماہ بعد عمل میں آئی تھی۔ (ابن کثیر)

مستدرک حاکم میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سورۂ نساء میں پانچ آیات ایسی ہیں کہ اگر ساری دنیا بھی مجھے مل جائے تو بھی اتنی خوشی نہ ہو جتنی ان آیات سے ہوئی۔ پانچ آیات یہ ہیں۔

(آیت نمبر 31،40،48،64اور 110)

قرآن کریم کی آیات کی ترتیب میں یہ پہلی آیت ہے جس میں ساری انسانیت کو ایک مساوات میں داخل کیا گیا ہے (ایک حدیث کے مفہوم میں ساری انسانیت کو اللہ کا کنبہ قرار دیا گیا ہے (عیال اللہ) اور شاعر اسلام حالی نے نظم میں ادا کیا ہے۔

''یہ پہلا سبق تھا کتاب ہدیٰ کا
کہ مخلوق ساری ہے کنبہ خدا کا''

نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سارے انسانوں، مومنین، کافرین، منافقین دہریوں کو اللہ تعالیٰ کی ایک **نفس واحدہ** کے ذریعہ تخلیق بتائی ہے بلکہ صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خوبصورت انداز میں اس کو اپنی حیات طیبہ کے (شاید آخری دنوں میں) فرمایا جس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ نے روایت کیا:

''الناس بنو آدم و آدم من تراب''.

انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم کی تخلیق مٹی سے ہوئی (یعنی یہاں کسی کو کسی پر پیدائش کے لحاظ سے برتری نہیں ہے تقویٰ کی بات بعد میں ہے یعنی تقویٰ ہی اکیلا معیار ہے بزرگی اور برتری کا اور اس کا دروازہ ظاہر ہے سب کے لئے کھلا ہے۔)

یہ بات حضور نے اپنی حیات طیبہ کے آخری دنوں میں خطبہ میں پھر دہرائی۔ یہ بات انسان کو حضور کی حیات طیبہ کے بعد (یعنی اسلام کے بعد) اندازاً ایک ہزار سال تک بھولی رہی۔

اس دوران:

ا۔ ہندوستان میں شودر ذات کو اچھوت سمجھا گیا۔ اگر برہمن کے ''پاکیزہ'' اشلوک اس کے کان میں پڑ جائیں تو اس کے کان میں پگھلا سیسہ ڈال دو۔

۲۔ اچھوت کا چھوا ہوا کھانا پانی ناپاک۔ اس کا کنواں علیحدہ۔ وہ اگر مندر میں گھس آئے تو اس کو جلا دو۔ اس کا سایہ بھی اگر برہمن کے اوپر پڑ جائے تو اچھوت کی سزا تو ہے ہی برہمن کو اشنان اور دان کے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ بندر یا گائے کو مار دینے کی سزا سخت اور اچھوت کو مار دینے کی سزا معمولی۔ یہ حالات ہندوستان میں اب تک قائم ہیں اوپر کے ایک معمولی تعداد کے طبقہ میں اگر یہ فرق مٹ گیا ہے تو یہ ان کی سیاسی ضرورت ہے۔

۳۔ Equality Fraternity Liberty کے نعرے ایک ہزار سال بعد ایجاد ہوئے مگر اس درمیان میں امریکہ کی ریڈ انڈین نسل۔ آسٹریلیا کی قدیم وحشی نسل صفحہ ہستی سے غائب ہو گئی۔ بقول خود ان کے کئی ملین یہودی گیس چیمبر میں مار ڈالے گئے۔ کروڑوں کالے (بلالی شکل کے پیارے) افریقن جانوروں کی طرح پھندوں میں پھنسا کر لائے گئے کہ امریکہ کی دولت میں اضافہ کریں اور گورے بندروں نے جا کر کالے جنوبی افریقہ پر قبضہ کر لیا اور چین اور ہندوستان اور مشرقی ایشیا میں جو کچھ ہوا اس کی داستان دراز ہے۔ (قلم بہک گیا ہے تفسیر لکھنے کی کوشش میں انسانیت کے دکھے دل کی سیاست پر بات چلی گئی اور اس لئے عراق میں اور گوانتانا اور ابو غریب کے قید خانوں میں یہ حقوق انسانی کی جو پرورش ہو رہی یہ کسی سیاسی کتاب کا انتظار کرے۔

تصریحات

﴿اتقوا ربکم﴾

انسانوں سے کہا گیا ہے کہ اپنے رب کا خوف کرو رب وہ ذات باری تعالیٰ جو صفاتی اعتبار سے انسان کی پرورش اور ارتقاء ذہنی وایمانی کی ضامن ہے انسان کو چاہئے کہ رب کی مخالفت کے بجائے رب کی سپردگی میں آجائے۔

﴿الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ﴾

وہ ذات جس نے تم کو ایک نفس واحد سے پیدا کیا۔ اگر یہاں وہ نفس واحد حضرت آدم ہیں تو اماں حوا بھی آدم کے ذریعہ سے (پسلی) سے پیدا ہوئیں۔

﴿خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً﴾

حضرت آدم اور اماں حوا کی تخلیق یکساں طور پر ہونے سے عورت اور مرد کے دونوں کے حقوق یافتہ ہونے کا اشارہ ملتا ہے۔ یعنی عورت محض غلام نہیں ہے بلکہ ایک دوسری سطح پر حقوق رکھتی ہے۔

﴿خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً﴾

”اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں۔“

پہلے مرحلے میں اللہ تعالیٰ نے ایک نفس کو پیدا کیا اور پھر اس نفس یعنی آدم علیہ السلام سے ان کی بیوی اماں حوا علیہا السلام کو پیدا کیا اور پھر ان سے بہت سے مرد اور عورتیں پیدا کیں اور انہیں روئے زمین پر بسایا۔

یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کے گہرے اثرات ہیں۔ اگر انسان اس پر غور و فکر کرے تو

وہ نہ صرف جاہلیت سے نکل آئے بلکہ تمام جہالتوں سے کنارہ کش ہو کر ایمان اور رشد و ہدایت کی اس حقیقی تہذیب کی طرف لوٹ آئے، جو انسانیت کے لئے نہایت موزوں اور مناسب ہے۔ اس حقیقت کے کئی پہلو ہیں، جو قابل غور ہیں۔ اماں حوا علیہا السلام، آدم علیہ السلام سے کس طرح پیدا ہوئیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی قول ہے کہ اماں حوا، مرد (یعنی آدم) کی بائیں پسلی سے پیدا ہوئیں اور اس کی تائید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے ہوتی ہے۔

((ان المراة خلقت من ضلع وان اغوج شی ء فی الضلع اعلاہ وان ذہبت تقیمھا کسرتھا وان استمتعت بھا استمتعت بھا وفیھا عوج.))

"عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی میں سب سے ٹیڑھا حصہ، اس کا بالائی حصہ ہے۔ اگر تو اسے سیدھا کرنا چاہے تو توڑ بیٹھے گا اور اگر تو اس سے فائدہ اٹھانا چاہے تو کجی کے ساتھ ہی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔"

(صحیح بخاری:5184، صحیح مسلم:1468)

﴿وَاتَّقُو اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَ لُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ﴾

ڈرو اس اللہ سے جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو (لین دین کرتے ہو) اور بطن مادر (رحم مادر) کے احترام میں بھی اللہ کا ڈر شامل رکھو یعنی رشتہ داروں سے قطع تعلق نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ نے ارحام (جمع رحم۔Womb) کا ذکر کرنے سے پہلے دوبارہ اپنے احکام کا خیال رکھنے (تقویٰ بہ معنی ڈر) کا اعادہ کیا ہے کہ بات کی اہمیت واضح ہو۔ انسان کی جو فطرت صالحہ ہے یعنی رشتہ داروں کی محبت اور ہمسایہ کی خبر گیری اس کو جزو ایمان یا کم از کم جزو احکام خداو

رسول بنادیا ہے کیونکہ اسلام دین فطرت ہے اور انسان کو نامعقول رہبانیت اور مکمل طور پر احمقانہ تپسیا سے باز رکھتا ہے مگر ساتھ ہی ساتھ دنیا کے سارے انسانوں سے مربوط رکھتا ہے کیونکہ وہ سب ایک ''نفس واحدہ'' سے پیدا ہیں اور '' آدم مٹی سے بنے تھے''۔

رحم مادر کا تعلق جسم سے ہے اور جنسی خواہشات سے ہے جو دنیا کے بیشتر مذاہب میں قابل نفرت ہیں اور آج کے معاشرہ میں انسان کے ہاتھ میں ایک غلیظ کھلونا ہے۔ میں نے جتنے ترجمے دیکھے اردو میں ان میں کسی میں یہ باریک بات نہیں دیکھی جو علامہ عبداللہ یوسف علی کے ترجمہ میں ہے جس کو میں انگریزی ہی میں نقل کرنے پر مجبور ہوں۔ (کیا میں نے پہلے ہی عرض نہیں کردیا تھا کہ میں مختلف تراجم سے فائدہ اٹھاتا ہوں۔ خود ترجمہ کرنے کی نہ قابلیت ہے نہ جرأت ہے۔

"Among the most wonderful mysteries of our nature is that of sex. The un regenerate male is apt, in the pride of his physical strength, to forget the all-important part which the female plays in his very existence, and in all the social relationships that arise in our collective human lives. The mother that bore us must ever have our reverence. The wife through whom we enter parentage must have our reverence. Sex which governs so much of our physical life, and has so much influence on our emotional and higher nature, deserves not our fear or our contempt or our mutual indulgence but our reverence in the highest sence of the term.

ترجمہ

ہماری زندگی کے معجزات میں جنسی خواہش اور عمل ایک نادر معجزہ ہے۔ مرد اپنی جسمانی طاقت کے نشہ میں بھول سکتا ہے اس عظیم شراکت کو جو جنس مخالف کا حصہ ہے۔ اس کی زندگی میں اور اس کی معاشرت میں جس پر ساری انسانی معاشرت کا مدار ہے جو ہماری اجتماعی زندگی کا حصہ ہے۔ ماں جس نے ہمیں پیدا کیا وہ ہمارے احترام کی بڑی حصہ دار ہے اور وہ بیوی جس سے ہم اپنے خاندان کے ستون کا مقام پاتے ہیں اس کو ہمارے احترام کا حق ملنا چاہئے۔ جنس جو ہماری جسمانی زندگی کا ایک بڑا حصہ ہے اور جس کا اثر ہماری جذباتی اور اعلیٰ اقدار پر بہت بڑا ہے اس کا حق ہے کہ ہم نہ جنس سے خوف کھائیں نہ اس کو حقارت سے دیکھیں نہ اس کو کھلونا بنالیں۔ بلکہ ہمیں اس کا احترام پُرعظمت کرنا ہوگا۔

اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

((الرحم شكنة من الرحمن، فقال الله: من وصلک وصلته، ومن قطعک قطعته))

"رحم کا نام اللہ تعالیٰ کے اسم رحمٰن سے لیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو تجھے جوڑے گا اسے میں بھی جوڑوں گا اور جو تجھے کاٹے گا اس کو میں بھی کاٹ دوں گا"۔

(بخاری:5988)

رحم جو الرحم الراحمین (اور پھر لازماً رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمہائے مبارکہ سے متعلق ہے اس کی توہین صرف وہ کر سکتا ہے جو یا تو مسلمان نہیں ہے یا پھر اگر مسلمان ہے تو پاگل بھی ہے۔

خطاب کے اختتام پر اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک صفت کا ذکر فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیۡکُمۡ رَقِیۡبًا۝﴾

"بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے۔"

رقیب کے معنی اردو میں کچھ اور ہیں مگر یہاں یہ معنی ہیں کہ اللہ کی نظر میں ہمارے سارے اعمال ہیں۔ اس پر سارے مفسرین متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس آیت تک صرف یہ دیکھ رہے ہیں کہ ہم ان کی آیات یا احکام پر کس قدر عمل کرتے ہیں، سزا و جزا کا فیصلہ ابھی ہو رہا ہے یا بعد میں ہوگا یہ اللہ ہی جانے خوف یہ ہے کہ معافی نہیں ملے گی اور امید ہے کہ سب کچھ معاف ہو جائے گا۔ ہندوستان ایک بہت بڑا ملک ہے وہاں رحم مادر کی تقدیس یہ تھی کہ بیوہ کو مردہ شوہر کے ساتھ زندہ جلا دیا جاتا تھا۔ یہ بہت پرانی بات نہیں ہے۔ اس رسم "ستی" کے خلاف قانون انگریز نے بنایا تھا (اس وقت کے وائسرائے کا نام شاید ولیم بینٹک تھا) اور بنگالی ہندو جس نے رسم ستی کے خلاف تحریک چلائی تھی اس کا نام راجہ رام موہن رائے تھا۔ میں سب کچھ اپنی پرانی یادداشت کی بنیاد پر لکھتا ہوں کسی نوجوان کو چاہیئے کہ انسائیکلوپیڈیا یا انٹرنیٹ سے تصدیق کر لے۔ میری عمر 80 سال ہے اور میں نے ہندوستان میں اپنے گاؤں میں تین "ستی استھانوں" کے تازہ نشان دیکھے تھے۔ (ستی استھان وہ نشان عمارتی ہے جہاں کوئی عورت ستی کی گئی ہے) یعنی آج سے اندازاً 100 سال پہلے ستی دیہاتوں میں رائج تھی۔ ستی کی رسم میں مردہ شوہر کے ساتھ اس کی بیوہ کو (شاید نشہ سے بے ہوش کر کے) لٹا دیا جاتا تھا اور "چتا" کو بڑا بیٹا آگ لگاتا تھا۔ یعنی رحم مادر کو جس میں وہ گوشت کے لوتھڑے کی طرح پلا تھا وہ خود آگ میں زندہ جلاتا تھا۔ اب اس کے آگے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صحابی کے سوال اور اس کے جواب کا مفہوم ہے کہ انسان کے نیک سلوک کا تین حصہ ماں کے لئے مخصوص ہے (جو رحم مادر کی حامل ہے) اور ایک حصہ باپ کے لئے جو اس کی غذا اور پرورش کے لئے مشقت اٹھاتا ہے اور جنت تو ماں کے قدموں کے نیچے ہے ہی۔

آیت نمبر ۴:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو تسلیم کیئے بغیر اسلام مکمل نہیں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی آخر الزمان مانے بغیر نجات ممکن نہیں۔

یَا اَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَیْرًا لَّكُمْ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ۝ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَاۤ اِلٰى مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَیْرًا لَّكُمْ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ۝

''اے لوگو! بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے رسول حق لے کر آ گیا ہے، پس تم ایمان لاؤ کہ تمہارے لئے (اسی میں) بہتری ہے اور اگر تم کفر کرو گے تو (جان لو کہ) اللہ (بے نیاز ہے، اسی) کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور (یاد رکھو) اللہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ اے اہل کتاب! اپنے دین کے بارے میں غلو نہ کرو حق کے سوا کوئی بات منسوب نہ کرو۔ مسیح عیسیٰ بن مریم اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ اللہ کا ایک رسول تھا اور ایک فرمان تھا جو اللہ نے مریم کی طرف بھیجا اور اللہ کی طرف سے ایک روح تھی پس تم اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور نہ کہو کہ تین (خدا) ہیں۔ باز آ جاؤ، یہ تمہارے ہی لئے بہتر ہے۔ اللہ تو بس ایک ہی اللہ ہے، وہ پاک ہے اس سے کہ کوئی اس کا بیٹا ہو۔ زمین و آسمانوں کی ساری چیزیں اس کی ملک ہیں، اور ان کی کفالت و خبر گیری کے لئے بس وہی کافی ہے۔''

(النساء، 4:170۔171)

ان آیات سے پہلے آیات 164 تا 169 میں اللہ تعالیٰ نے کچھ سختی کا لہجہ استعمال کیا ہے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے پچھلے پیغمبروں کے پیغامات میں تحریف کی۔ انکار کیا۔ لوگوں کو راہ راست سے گمراہ کیا۔ اس سخت فضا کا ذکر کردیا گیا ہے۔ ان آیات کا حوالہ ترجمہ طوالت سے بچنے کے لئے حذف کردیا گیا ہے۔ جو آیات اس وقت پیش نظر ہیں ان میں سے دوسری آیت کا ایک لفظ ''**تغلو**'' توجہ کو کھینچتا ہے۔ **تغلو** بہ معنی مبالغہ انسانوں نے پیغمبروں کو یا تو جھٹلایا ہے۔ ایذادی ہے۔ یا پھر جب ان کو مانا ہے تو پھر خدا بنادیا ہے۔ اللہ کا بیٹا بنادیا ہے۔ ''قادر علی کل شئ'' بنادیا ہے۔ انسانیت بڑی مشکل سے ایک ''**برگزیدہ انسان پیغمبر**'' پر راضی ہوتی ہے۔ اگرچہ پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف فرمادیا ہے کہ میں صرف ایک انسان ہوں اور مجھ میں اور تم میں صرف یہ فرق ہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی وحی آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا پیغام تم پر میرے ذریعہ سے پہنچاتا ہے اور میں اللہ کا آخری پیغام اور آخری پیغام بر ہوں۔ مگر ہمارے نعت گو شعراء جب تک پیغمبر کو درجہ الوہیت تک (اللہ تعالیٰ کے برابر یا اس کے کام میں شریک) نہ پہنچادیں ان کے زور بیان کی تسلی نہیں ہوتی۔ **اور وہ تو پیغمبر کو چھوڑ کر اپنے پیر کو بھی ''ذات حق'' سے ''یکساں'' سمجھ لیتے ہیں۔** نیچے ایک تشریح نما ترجمہ جناب ڈاکٹر حامد حسن بلگرامی صاحب کا پیش کرتا ہوں۔ پھر جناب علامہ عبداللہ یوسف علی کا انگریزی میں اور پھر اس انگریزی کا اردو میں ترجمہ۔

''اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے رسول حق کے ساتھ آچکا ہے (اللہ کی طرف سے اللہ کا رسول، حق وسچائی کے ساتھ، للّٰہیت کے ساتھ، معیت حق پر قائم، مظہر حق بن کر آچکا) پس (اگر ان پر) تم ایمان لاؤ تو تمہارا ہی بھلا ہوگا اور اگر تم نے انکار کیا تو (اللہ بے

نیاز ہے تم خود ہی حق اور جادۂ حق سے محروم رہو گے) اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا ، حکمت والا ہے ۔ (شریعت ، اللہ کے رسول پر ایمان اور رسول کی اتباع سے وابستہ ہے ۔ اللہ وہی ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ ہے ، جو رسول ہی کو نہ مانے گا وہ اللہ کو کیا سمجھے گا ۔)

اے اہل کتاب اپنے دین کی باتوں میں مبالغہ مت کرو (افراط وتفریط میں نہ جاؤ ، حال میں رہو) اور اللہ کی شان میں حق کے سوا کچھ نہ کہو (یاد رکھو) بے شک مسیح جو مریم کے بیٹے عیسیٰ ہیں وہ (نہ تو خدا ہیں نہ خدا کے بیٹے) محض اللہ کے رسول ہیں اور اس کا ایک کلمہ (اسی کلمۂ کن کی بشارت) جو مریم کو پہونچایا (کہ تم بلا شوہر حاملہ ہو جاؤ وہ حاملہ ہو گئیں) اور مسیح اس (اللہ) کے یہاں کی ایک روح ہیں ۔ (جو اللہ کی طرف سے دنیا میں آئی) پس اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ ۔ اور یہ نہ کہو کہ (خدا) تین ہیں ۔ (اس تثلیث کے عقیدہ سے) باز آؤ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے بے شک سب کا معبود ایک اللہ ہی ہے وہ اس سے پاک ہے کہ اس کے اولاد ہو ، اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے (سب اسی کی ملک ہیں وہ خالق ہے سب مخلوق ہیں) اور (اپنی تمام مخلوق کے لئے) اللہ کارساز (اور) کافی ہے ۔ (اسے کسی ساتھی ، اولاد ، معاون کی ضرورت نہیں ۔)

ترجمہ عبداللہ یوسف علی

جس طرح سے ایک بے وقوف غلام اپنے مالک کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتا ہے اسی طرح مذہب میں اتنا مبالغہ کیا جاتا ہے کہ وہ ممدوح کی توہین تک پہنچ جاتا ہے جو مدح کی روح کے خلاف ہوتا ہے۔ یہودی مبالغہ آمیزی درجہ بندی اور نسلی برتری اور خاص الخاص انسانوں کے گروہ میں خود کو شامل کرنے کے جذبہ اور (حضرت) عیسیٰ کی نفی قابل مذمّت ہے۔ ادھر عیسائی بعض حالات میں بی بی مریم کی عظمت وہاں تک لے جاتے ہیں جو بت پرستی تک پہنچ جاتی ہے اور اللہ کے لئے ایک بیٹا بھی تخلیق کر لیتے ہیں اور ایک فلسفہ تثلیث کو بھی ایجاد کر لیتے ہیں اور ان کے ایک طبقہ کے مطابق اگر کوئی شخص اس پر یقین نہیں رکھتا تو وہ ابدی جہنمی ہے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو ایسے مبالغوں سے دور رکھیں ''نہ فلسفیانہ انداز میں نہ زمینی انداز میں''۔

مولف کا بیان۔ **ایسا ہوا نہیں مسلمانوں نے ہر پیر کو خدا کے درجہ پر پہنچا کے دم لیا۔**

شان نزول:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا زاد بھائی اور مستند محدّث) کا بیان ہے کہ کچھ یہودی حضور کے پاس آئے۔ حضور نے فرمایا کہ ''تم اپنے دل کے اندر اس کو مانتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں پھر تم اس کی عام تصدیق کیوں نہیں کرتے'' یہودیوں نے یہ بات سن لی مگر عام تصدیق کرنے سے باز رہے اگرچہ ان کے چہرے بتا رہے تھے کہ وہ قائل ہیں۔ (تفسیر ابن جزیر، تفسیر خازن اور تفسیر ابن کثیر یہودیوں کے انکار کے بعد ہی تمام بنی نوع انسان سے خطاب کیا۔)

يَاأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَ كُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْ خَيْرًا لَّكُمْ.

"اے لوگو! بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے رسول حق لے کر آ گیا ہے، پس تم ایمان لاؤ کہ تمہارے لئے (اسی میں) بہتری ہے۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نہایت سیدھے سادے الفاظ میں اپنے رسول کی رسالت کا اعلان فرماتے ہوئے ان پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب حق ہمارے رسول کے پاس ہے۔ جن لوگوں نے ہمارے رسول کی حقانیت کو جان لیا ہے اور ایمان لے آئے ہیں وہ اس پر قائم رہیں اور اپنے ایمان و یقین کو پختہ کرلیں اور جو ایمان نہیں لائے، وہ اب ایمان لے آئیں اور اندھے گونگے بن کر اپنے راہبوں کی ہر بات کی تصدیق نہ کریں بلکہ حقائق پر نظر رکھیں۔ ہمارے رسول کے سچا ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہ "حق" (قرآن کریم) کے ساتھ آپ سے مخاطب ہیں، جو فرما رہے ہیں:

"اے اہل کتاب! ایسی انصاف والی بات کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں برابر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔" (آل عمران: 64)

اللہ تعالیٰ نے دین حق کو تسلیم کرنے کا فائدہ بھی ساتھ ہی بتادیا کہ ہمارے رسول کی رسالت کو تسلیم کرلو اس مین تمہارا ہی فائدہ ہے۔ ایمان لانے کا دینی اور دنیاوی فائدہ اسے ہی پہنچے گا جو اسے قبول کرے گا۔ اگر کوئی اسے قبول کرنے سے انکار کرتا ہے تو اس میں نقصان بھی انکار کرنے والے کا ہے، کسی اور کا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط

"اور اگر تم کفر کرو گے تو اللہ ہی کی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے خطاب جاری رکھتے ہوئے اپنی دو صفات کا ذکر فرمایا:

﴿وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾

﴿عَلِيمًا﴾ کے معنی ہیں جاننے والا۔ اللہ تعالیٰ کو تمام بنی نوع انسان کے ہر نیک و بد کام حتیٰ کہ دلوں کے ارادوں کا بھی علم ہے۔ کوئی بات اس سے پوشیدہ نہیں، اس کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ علیم اور حکیم عام اردو الفاظ بھی ہیں کہ اللہ کو ہر چیز کا علم بھی ہے اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔

غلو

عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کی شان میں اس قدر مبالغہ کیا کہ ان کو اللہ کا بیٹا بنا دیا یعنی وارث یا خدائی میں شریک اور پھر ان تین کی کمیٹی میں سے ایک ازلی خدا ہے اور دو عیسیٰ اور ان کی والدہ انسان پیدا ہو کے By Promotion ترقی پا کر خدا ہو گئے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائیوں کے روّیہ سے ایک خطرہ کا اندازہ کر کے ایک حکم دیا۔

((لا تطرونی کما اطرت النصاری عیسی ابن مریم فانما انا عبده فقولوا عبدالله ورسوله))

''مجھے تم اس طرح حد سے نہ بڑھانا جس طرح عیسائیوں نے عیسی ابن مریم کو بڑھایا، میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں، پس تم مجھے اس کا بندہ اور رسول ہی کہنا۔''

عبد دیگر عبدہٗ چیزے دگر (اقبال)

اگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ''صرف اللہ کے بندے'' ہیں تو پھر یہ سارے پیر علماء مشائخ بھی صرف عبد ہیں۔ **ان کا سب سے اعلیٰ درجہ ''مقرّب بارگاہ رسول'' ہے۔ اور اس درجہ سے بڑا درجہ اس کائنات میں نہیں ہے۔**

آیت نمبر ۵:

اللہ کی ہدایت اللہ کی طرف

یاَاَیُّھَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَکُمۡ بُرۡھَانٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَاَنۡزَلۡنَآ اِلَیۡکُمۡ نُوۡرًا مُّبِیۡنًا○ فَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَاعۡتَصَمُوۡا بِهٖ فَسَیُدۡخِلُهُمۡ فِیۡ رَحۡمَةٍ مِّنۡهُ وَفَضۡلٍ وَّیَهۡدِیۡهِمۡ اِلَیۡهِ صِرَاطًا مُّسۡتَقِیۡمًا○

"اے لوگو! بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے برہان آ چکی ہے اور ہم نے تمہاری طرف واضح اور صاف نور اتار دیا ہے۔ پس جو (شخص) اللہ پر ایمان لایا اور (اپنے ایمان کو) مضبوط پکڑا تو (اللہ تعالیٰ) ان کو اپنی رحمت اور فضل میں داخل کرے گا اور ان کی صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرے گا۔"

(النساء، 4:174، 175)

آیت 174 جو عام انسانوں سے خطاب ہے بعد کی آنے والی آیت 175 سے اس قدر مربوط ہے کہ اکثر مفسرّین نے ان کو ملا دیا ہے جیسا کہ یہاں ملا دی گئی ہے۔

تفسیر نما ترجمہ (حامد حسن بلگرامی) اس طرح ہے۔

"اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک صریح دلیل پہونچ چکی (ایک برزخِ کبریٰ جو نظر آتا ہے یعنی رسولِ برحق) اور ہم نے تم پر ایک واضح نور (نور قرآن) نازل کیا (جو اللہ کی طرف سے رسول پر نازل ہوا اور جو رہتی دنیا تک لوگوں کے لئے نورِ ہدایت ہے)۔

پس جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اس (اللہ) رسول اور کتاب اللہ کو مضبوط پکڑا (اس کی پناہ میں آ گئے) تو ان کو اللہ اپنی رحمت میں اور فضل میں داخل فرمائے گا۔ (ہدایت سے نوازے

گا، توفیق کو رفیق کر دے گا) اور ان کو اپنی طرف پہنچنے والا سیدھا راستہ دکھا دے گا۔

علاّمہ عبداللہ یوسف علی ترجمہ کرتے ہیں

O mankind! Verily there hath come to you. A convincing proof from your lord for we have sent unto you. A light (that is) manifest.	اے بنی نوع انسان آ گئی تمہارے پاس دلیل قاطع تمہارے رب کے پاس سے کیونکہ اس نے تمہارے پاس ایک نور مبین بھیجا۔
Then those who believe in Allah and hold fast To Him-soon will He Admit then to Mercy And Grace from Himself and guide them to Himself By a straight way.	جو ایمان لاتے ہیں اور ایمان پر قائم رہتے ہیں ان کو اللہ عنقریب اپنی رحمت میں داخل کرے گا اور ان کو خود اپنی طرف راہ راست سے ہدایت دے گا۔

علاّمہ کے اس کے بعد کے انداز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ دلیل قاطع۔ (آخری دلیل) قرآن کریم ہے۔ اور "نور مبین" حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ ہدایت دیتا ہے سیدھے راستہ سے خود اپنی طرف۔

علامہ!! کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ **دلیل قاطع** یعنی آخری دلیل جس کے بعد کوئی عذر باقی نہیں رہتا وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے اور **نور مبین** قرآن کریم۔ انزلنا کے لفظ سے اندازہ ہوتا ہے کہ نور مبین قرآن کریم ہے۔

اگلی سورۃ (المائدۃ) میں ہے ''قَدْ جَآءَ کُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ'' (تمہارے پاس ''نور'' آچکا ہے اور کتاب مبین بھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کتاب ہے اور نور خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ بہرحال ہمیں اس تفتیش سے کیا ملتا ہے کہ نور کون ہے اور برھان کون۔ ایک دوسرے علامہ (محمد اقبال) نے تفتیش سے دامن چھڑا لیا۔ یہ بات اُمّ المومنین عائشہؓ کے اس بیان کے زیادہ قریب ہے جس میں اُمّ المومنین نے فرمایا کہ حضور کی سیرت کیا ہے؟ ....قرآن کریم۔

نگاہ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں ، وہی فرقاں ، وہی یٰسین ، وہی طٰہٰ

آیت نمبر ۶:

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی ست

ترجمہ: اپنے آپ کو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ تک پہنچادو اگر وہاں تک نہیں پہونچے تو تمام بولہبی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت فرض اولین ہے۔

قُلْ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا الَّذِیْ لَهٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ صلے فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَکَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ O

لفظی ترجمہ اس آیت کا:

"آپ (اے رسول) کہہ دیجئے کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔ سو اللہ پر ایمان لاؤ اور اسی کے امّی نبی پر جو اللہ اور اس کے کلمات پر ایمان لاتا ہے اس کی اتباع کرو۔ تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔

(سورۃ الاعراف / 158:7)

یہ آیت 158 قل سے شروع ہوتی ہے یعنی اے نبی آپ انسان سے فرما دیجئے: کہ میں تم سب کی طرف اللہ کا نبی بھیجا ہوا ہوں (اگر اس آیت کو اس سے قبل کی آیت

157 سے ملا کر پڑھا جائے جس سے فی الواقعہ یہ معنی کے اعتبار سے پیوست ہے تو بیان یہ ہوگا
''پس آج یہ رحمت ان لوگوں کو حصہ ہے جو اس پیغمبر نبی اُمّی کی پیروی اختیار کریں جس کا ذکر تمہیں
اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا ملتا ہے۔ وہ انہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں اور بدی سے روکتے
ہیں اور ان کے لئے پاکیزہ چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتے ہیں اور ان پر سے وہ بوجھ
اتارتے ہیں جو ان پر لدے ہوئے تھے اور وہ بندشیں کھولتے ہیں جس میں وہ جکڑے ہوئے تھے
لہٰذا جو لوگ ان پر ایمان لائیں اور ان کی حمایت اور نصرت کریں اور ان کی روشنی کی پیروی اختیار
کریں جو ان کے ساتھ نازل کی گئی ہے وہ ہی فلاح پانے والے ہیں۔)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو روشنی اتاری گئی ہے اس نور مبین کو ہم
جانتے ہیں وہ قرآن مجید ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد پرانے انبیاء کی تمام شریعتیں منسوخ
ہوگئیں اور اسی کے ساتھ اگر پرانی الہامی کتابوں کا کوئی حصہ تحریف سے محفوظ بھی ہے تو وہ بھی
منسوخ ہے۔ (ویسے اللہ تعالیٰ کا کوئی کلام توریت، انجیل غیر محرف باقی نہیں ہے۔ تحریف زیادہ
ہے کہیں کہیں کوئی لفظ الہامی باقی رہ گیا ہے۔) ہدایت اور نجات اگر ہے تو صرف اسلام کو مکمل طور
پر قبول کرنے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا تعارف بھی کرایا۔

﴿ الَّذِیْ لَهٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ صلے ﴾

''جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق
نہیں وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔''

رسول بھیجنے والا کون ہے؟ اور اس کی حیثیت کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے خود اس کا تعارف

کرایا کہ اللہ تعالیٰ وہ ذات پاک ہے جس کی بادشاہی زمین وآسمانوں میں ہے۔ وہ خالق کائنات اور کائنات کا بادشاہ ہے۔ وہی اس کا نظام چلانے والا ہے۔ جب کائنات کوتخلیق کرنے میں اس کا کوئی شریک نہیں تو اس کے نظام کو چلانے میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں ہونا چاہئے۔ اس کی ایک صفت یہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ذات باری تعالیٰ دنیا کی ہر چیز کو زندگی اور موت عطا کرنے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنی عظیم صفات گنوائی ہیں جن کا کسی دوسری مخلوق میں پایا جانا ممکن ہی نہیں۔ یوں وہ واحد و اُحد قرار پایا۔ چنانچہ اس اُحد کی جانب سے یہ پیغام دیا جا رہا ہے، اس لئے اسے سننا ہر انسان کی اہم ذمہ داری ہے جس کے نتیجہ میں اسے ہدایت نصیب ہو گی۔

مزید فرمایا:

﴿فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾

"سو اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے نبی اُمّی پر جو اللہ اور اس کے کلمات پر ایمان لاتا ہے اور اس کی اتباع کرو تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے تعارف کے بعد اپنے نبی کا تعارف کرایا اور حکم دیا کہ اُس پر اور اس کے النبی اُمّی پر ایمان لاؤ۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں النبی کہا گیا ہے۔ یہ آپ کی خاص صفت ہے جو پہلی کتابوں میں بیان کی گئی ہے۔ بنی نوع انسان کی ہدایت کا صرف ایک ہی راستہ ہے، اور وہ نبوت کا راستہ ہے۔ نبوت ایک ایسا الہامی ذریعہ ہے جو اللہ اور انسانوں کے درمیان رابطہ کا کام دیتا ہے۔ اس ذریعہ کے علاوہ کہیں سے بھی ہدایت حاصل نہیں کی جاسکتی ہے۔

آیت میں آپ کی دوسری صفت "الاُمّی" بیان کی گئی ہے۔ بنی اسرائیل اپنے سوا دوسری قوموں کو اُمّی (Gentiles) کہتے تھے اور ان کا قومی فخر و غرور کسی اُمّی کی پیشوائی تسلیم کرنا

تو درکنار، اسے اپنے برابر انسانی حقوق دینے اور تسلیم کرنے پر بھی تیار نہ تھا۔ قرآن کریم نے بھی اُمیوں کے بارے میں ان کے نظریے کا ذکر کیا:

﴿لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيِّينَ سَبِيلٌ﴾

''اُمیوں کے مال مار کھانے میں ہم پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔'' (آل عمران:75)

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس خطاب میں انہی کی اصطلاح استعمال فرمائی۔

اُمّی کے ایک معنی یہ ہے کہ ایک ایسا شخص جس نے کسی استاذ کے سامنے زانوئے تلمذتہ نہ کئے ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی استاذ سے لکھنے پڑھنے کی کوئی تعلیم حاصل نہیں کی، اس لئے اُمّی کہلائے لیکن آپ نے اللہ تعالیٰ کا جو کلام دنیا کے سامنے پیش کیا، اس کی فصاحت و بلاغت کے سامنے دنیا بھر کے فصحا و بلغا عاجز آ گئے۔ آپ کی تعلیمات کی صداقت وحقانیت کی ایک دنیا معترف رہی ہے، جو اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ محض ایک اُمّی کے بس کا یہ روگ نہیں ہوتا کہ وہ ایسا دستورِ حیات پیش کرے جس میں عدل وانصاف کا عالم گیر نظریہ پیش کیا گیا ہو۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت قیامت تک آنے والی تمام نسلوں کے لئے عام ہے تو پھر کسی دوسرے اور نبی کے مبعوث ہونے کی ضرورت ہے۔ نہ گنجائش۔ مسئلہ ختم نبوت کا یہی خاص دفاع ہے۔

اس خطاب میں اللہ تعالیٰ نے 9 باتوں کی وضاحت کی ہے۔

۱) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت عام ہے (برخلاف یہود کے وہاں یہودی وہ جو یہودی پیدا ہوا ہو۔ آج کل کے زمانے میں دوسری مثال پارسیوں کی ہے۔)

۲) اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک صفت بیان فرمائی ہے کہ زمین و آسمان صرف اور صرف اللہ

کی قدرت و اختیار میں ہیں۔ نہ کسی پیر اور ولی کے نہ کسی نبی کے۔

۳۔ چونکہ اللہ تعالیٰ اکیلا یکتا خالق کائنات ہے اس لئے وہ ہی اکیلا اور یکتا عبادت کا حقدار ہے۔

۴۔ موت اور حیات صرف اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔

۵۔ تمام بنی نوع انسان کو حکم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں۔

۶۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کا وہ لقب بھی بتا دیا (جو یہود کے ہاں ایک توہین کا لفظ تھا) نبی الاُمّی۔ توریت میں ایک ایسے نبی کے مبعوث ہونے کی بھی بشارت تھی جو نبی الاُمّی ہونا تھا۔

۷۔ اللہ تعالیٰ کا نبی نہ صرف اللہ کا پیغام پہنچاتا ہے بلکہ خود بھی اس پر ایمان رکھتا ہے۔

۸۔ اللہ تعالیٰ نے صرف اور صرف اپنے نبی کے اسوۂ حسنہ کی اطاعت کا حکم دیا۔

۹۔ اطاعت کے نتیجہ میں آنے والی کامیابیوں کی ضمانت دی۔

حضرت جنید بغدادی کا قول ہے کہ مخلوق کے لئے اللہ تعالیٰ تک پہنچنے تک کے سارے راستے بند ہیں سوائے اس راستہ کے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا۔

آیت نمبر ۷:

بغاوت ایک وبال

يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰى اَنْفُسِكُمْ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ز ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ O اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعٰمُ حَتّٰى اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَا اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَا اَتٰهَا اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ج كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ O

”اے لوگو! تمہاری یہ سرکشی تمہارے لئے وبال ہونے والی ہے، دنیاوی زندگی کے (چند) فائدے ہیں، پھر ہمارے پاس تم کو آنا ہے پھر ہم تمہارا سب کیا ہوا تم کو بتائیں گے۔ پس دنیاوی زندگی کی حالت تو ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے زمین کی نباتات، جن کو آدمی اور چوپائے کھاتے ہیں، خوب گنجان ہو کر نکلی۔ یہاں تک کہ جب وہ زمین اپنی رونق کا پورا حصہ لے چکی اور اس کی خوب زیبائش ہوگئی اور اس کے مالکوں نے سمجھ لیا کہ اب اس پر بالکل قابض ہو چکے تو دن میں یا رات میں اس پر ہماری طرف سے کوئی حکم (عذاب) آپڑا، سو ہم نے اس کو ایسا صاف کر دیا کہ گویا کل وہ موجود ہی نہ تھی۔ ہم اسی طرح آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے جو سوچتے ہیں۔“

(یونس ۱/ 24،23:10)

اللہ تعالیٰ نے بار بار مثالوں سے سمجھایا کہ بغاوت سرکشی انسانوں کو کوئی فائدہ نہیں

پہنچا سکتی۔ انسانوں کا اللہ کی طرف واپسی کا ایک دن مقرر ہے۔ اس سورۃ یونس میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو چار دفعہ مخاطب کیا اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قیامت کے احوال سے آگاہ کیا مگر جیسا کہ عام لوگوں سے خطاب میں بنیادی نکتہ وحدانیت اور عبودیت ہی کا رہا۔ دوسری بات یہ غور کرنے کی ہے ان آیات کا جن میں خطاب عام انسانیت سے ہے انداز بیان قرآن کے عام انداز بیان سے بھی سادہ ہوتا ہے اور بات مثالوں سے سمجھائی جاتی ہے جو عام زندگی سے متعلق ہوتی ہیں۔ اس آیت سے پہلے کی آیات میں سمندری سفر کی مثال دی گئی ہے کہ جب سمندر میں طوفان آتا ہے تو سب مسافر ڈر اور خوف سے اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور جب وہ طوفان سے بچا لیئے جاتے ہیں تو دوبارہ بغاوت اور سرکشی پر مستعد ہو جاتے ہیں۔

فَلَمَّا اَنۡجٰهُمۡ اِذَاهُمۡ يَبۡغُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ بِغَيۡرِ الۡحَقِّ.

''پھر جب اللہ تعالیٰ ان کو بچا لیتا ہے تو فوراً ہی وہ زمین میں ناحق سرکشی کرنے لگتے ہیں۔''

ہم میں سے شاید بہت کم کو سمندر کے سفر اور طوفان کا تجربہ ہو گا مگر ہوائی سفر میں ہم اس وقت تک ڈرتے ہیں جب تک جہاز فضا میں ہچکولے کھاتا ہے مگر زمین پر اترتے ہی وہ سارا خوف ختم ہو جاتا ہے۔ کم از کم میرا یہ ہی حال ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں ہوا اور فضا سے ڈرتا ہوں اور زمین پر بھروسہ کرتا ہوں۔ ہوا سے ڈرنا اور زمین پر بھروسہ دونوں شرکِ (خفی) ہیں۔

زیرِ نظر آیت کریمہ اور اس کا ترجمہ

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغۡيُكُمۡ عَلٰٓى اَنۡفُسِكُمۡ مَّتَاعَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا

''اے لوگو!! یہ تمہاری سرکشی تمہارے لئے وبال جان ہونے والی ہے۔ دنیاوی زندگی کے (محض چند) فائد ہیں۔''

اے انسان نہ زیادہ مغرور ہو جاؤ نہ خود پسند اور نہ بہت زیادہ خود اعتماد۔ (خود اعتمادی بغیر خدا اعتمادی کے شیطانی انداز ہے اور خود اعتمادی جس کی بنیاد خدا اعتمادی پر ہو وہ نبوی یا محمدی انداز سے۔)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کا مفہوم ہے۔
کہ مسلمان تنگی کے وقت صبر کرتا ہے اور راحت کے وقت شکر۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ ''وہ گناہ جس پر اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی گرفت ہوگی اور آخرت میں بھی بدترین عذاب وہ سرکشی اور قطع رحمی ہے''۔
(سرکشی کر ترجمہ اگر نمرودیت یا فرعونیت کر دیا جائے تو یہ لفظ سمجھ میں آ جائے گا۔)

اس قرآنی آیت کی آخری تفسیر ایک حدیث سے ملتی ہے۔ حدیث ہے ''تین کاموں کا وبال ان کے کرنے والے ہی پر پڑتا ہے وہ ہیں مکر وفریب۔ عہد شکنی اور شرارت اور پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔

یَااَیُّھَاالنَّاسُ اِنَّما بَغْیُکُمْ عَلٰی اَنْفُسِکُمْ مَتَا عَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا صلے ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُکُمْ فَنُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَO

اس طرح شاید بغاوت اور شرارت ہم معنی الفاظ بن گئے۔

پہنچا سکتی۔ انسانوں کا اللہ کی طرف واپسی کا ایک دن مقرر ہے۔ اس سورۃ یونس میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو چار دفعہ مخاطب کیا اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قیامت کے احوال سے آگاہ کیا مگر جیسا کہ عام لوگوں سے خطاب میں بنیادی نکتہ وحدانیت اور عبودیت ہی کا رہا۔ دوسری بات یہ غور کرنے کی ہے ان آیات کا جن میں خطاب عام انسانیت سے ہے انداز بیان قرآن کے عام انداز بیان سے بھی سادہ ہوتا ہے اور بات مثالوں سے سمجھائی جاتی ہے جو عام زندگی سے متعلق ہوتی ہیں۔ اس آیت سے پہلے کی آیات میں سمندری سفر کی مثال دی گئی ہے کہ جب سمندر میں طوفان آتا ہے تو سب مسافر ڈر اور خوف سے اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور جب وہ طوفان سے بچا لیئے جاتے ہیں تو دوبارہ بغاوت اور سرکشی پر مستعد ہو جاتے ہیں۔

فَلَمَّا اَنۡجٰهُمۡ اِذَاهُمۡ يَبۡغُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ بِغَيۡرِ الۡحَقِّ.

''پھر جب اللہ تعالیٰ ان کو بچالیتا ہے تو فوراً ہی وہ زمین میں ناحق سرکشی کرنے لگتے ہیں۔''

ہم میں سے شاید بہت کم کو سمندر کے سفر اور طوفان کا تجربہ ہو گا مگر ہوائی سفر میں ہم اس وقت تک ڈرتے ہیں جب تک جہاز فضا میں ہچکولے کھاتا ہے مگر زمین پر اترتے ہی وہ سارا خوف ختم ہو جاتا ہے۔ کم از کم میرا یہ ہی حال ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں ہوا اور فضا سے ڈرتا ہوں اور زمین پر بھروسہ کرتا ہوں۔ ہوا سے ڈرنا اور زمین پر بھروسہ دونوں شرکِ (خفی) ہیں۔

زیرِ نظر آیت کریمہ اور اس کا ترجمہ

يَآاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغۡيُكُمۡ عَلٰٓى اَنۡفُسِكُمۡ مَتَاعَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا

''اے لوگو!! یہ تمہاری سرکشی تمہارے لئے وبال جان ہونے والی ہے۔ دنیاوی زندگی کے (محض چند) فائدے ہیں۔''

اے انسان نہ زیادہ مغرور ہو جاؤ نہ خود پسند اور نہ بہت زیادہ خود اعتماد۔ (خود اعتمادی بغیر خدا اعتمادی کے شیطانی انداز ہے اور خود اعتمادی جس کی بنیاد خدا اعتمادی پر ہو وہ نبوی یا محمدی انداز سے۔)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کا مفہوم ہے۔
کہ مسلمان تنگی کے وقت صبر کرتا ہے اور راحت کے وقت شکر۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ ''وہ گناہ جس پر اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی گرفت ہوگی اور آخرت میں بھی بدترین عذاب وہ سرکشی اور قطع رحمی ہے''۔ (سرکشی کر ترجمہ اگر نمرودیت یا فرعونیت کر دیا جائے تو یہ لفظ سمجھ میں آ جائے گا۔)

اس قرآنی آیت کی آخری تفسیر ایک حدیث سے ملتی ہے۔ حدیث ہے ''تین کاموں کا وبال ان کے کرنے والے ہی پر پڑتا ہے وہ ہیں مکر و فریب۔ عہد شکنی اور شرارت اور پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔

يَاأَيُّهَاالنَّاسُ إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰى أَنْفُسِكُمْ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا صلے ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ O

اس طرح شاید بغاوت اور شرارت ہم معنی الفاظ بن گئے۔

آیت نمبر ۸:

نصیحت۔ شفا۔ ہدایت۔ رحمت

سیرت رسول۔

کلام خداوندی۔

ایک قرآن کریم کے کتنے نام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے افتتاح میں خطاب عطا کیا۔

ذَالِکَ الْکِتٰبُ لَارَیْبَ فِیْہِ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ O

آں کتاب زندہ قرآن حکیم
حکمتِ او لایزال است و قدیم

مفسّر قرآن نے فرمادیا:

گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بہ قراں زیستن

یَاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَاءَ تْکُمْ مَّوْعِظَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ وَھُدًی وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ O قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَبِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا ھُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ O

''اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو نصیحت ہے اور دلوں میں جو روگ ہیں، ان کے لئے شفا ہے اور رہنمائی کرنے والی اور رحمت ہے ایمان والوں کے لئے۔ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجئے! بس لوگوں کو اللہ کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہئے، وہ اس بدرجہا بہتر ہے جس کو وہ جمع کر رہے ہیں۔''

(یونس/10:57، 58)

''اے لوگو! بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آ گئی۔ اور (اب اس کو سینہ سے لگالو۔ اس کو اپنالو) یہ دل کی بیماریوں کے لئے شفا ہے اور ایمان والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے (یہ قلب کو فاسد عقائد اور سب بری باتوں سے پاک کرتی ہے، اور صحت عقیدہ کے بعد ایمان والوں کو دنیا میں اللہ کے ہو کر رہنے سہنے کے آداب سکھاتی ہے اور رحمت میں لے لیتی ہے۔)

آپ فرمادیں کہ اللہ کے فضل سے اور اس کی رحمت سے (یہ کتاب نازل ہوئی ہے) تو اس پر ان کو خوش ہونا چاہئے۔ (نہ یہ کہ اس سے روگردانی کریں اور مال و دولت کی حرص میں پڑے رہیں) یہ (تو) ان چیزوں سے جو وہ جمع کر رہے ہیں کہیں بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے وظائف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ

''اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو نصیحت ہے۔''

یہاں موعظة کے لفظ کے وہی معنی ہیں جو قرآن میں وعظ کے یعنی نصیحت۔

من ربکم کہہ کر یہ تصریح کر دی گئی کہ یہ نصیحت اللہ کی طرف سے ہے۔

وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ.

''اور دلوں میں جو روگ ہیں ان کے لئے شفاء ہے۔''

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ.

''آپ کہہ دیجئے کہ بس لوگوں کو اللہ کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہئے، وہ اس سے بدرجہا بہتر ہے جس کو وہ جمع کر رہے ہیں۔''

انسانیت کو اللہ تعالیٰ کے اس **انعام** پر خوش ہونا چاہئے جو ان چیزوں سے بہتر ہے جس

کو وہ جمع کرتے ہیں (یعنی سونا چاندی دولت)۔

یہاں پر قرآن کریم کا ایک اور نام سامنے آیا۔

انعام الٰہی

مفسر قرآن علامہ اقبال کا ایک شعر ہے۔

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قراں

یہ اگر بتا دیا جائے کہ یہاں مومن کسی کا نام ہے تو آپ اور میں درود پڑھیں گے۔

آیت نمبر ۹:

موت اللہ کی طرف سے آتی ہے۔

قُلْ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنْ کُنْتُمْ فِیْ شَکٍّ مِّنْ دِیْنِیْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلٰکِنْ اَعْبُدُ اللّٰہَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ صلے وَاُمِرْتُ اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ O وَاَنْ اَقِمْ وَجْھَکَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا وَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ O

(سورۃ یونس/ 10:104-105)

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ دنیا والوں سے صاف کہہ دیں کہ اگر تم کو کوئی شک ہے بھی تو سن لو کہ میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو۔ یہاں یہ محسوس ہوتا ہے کہ قرآن کریم کوئی موقعہ چھوڑتا نہیں شرک کی نفی کئے بغیر۔ مومن صرف اللہ کی پرستش کرتا ہے اور کسی کی نہیں کسی کی نہیں۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے

قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ O لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ O وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ O وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ O وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ O لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ O

''اے نبی کہہ دو اے کافروں۔ جن کو تم پوجتے ہو ان کو میں نہیں پوجتا۔ اور جس کو میں پوجتا ہوں اس کو تم نہیں پوجتے۔ اور میں ان کو پوجنے والا نہیں ہوں جن کی تم پوجا کرتے ہو۔ اور تم اس کی پوجا کرنے والے نہیں ہو جس کی میں پوجا کرتا ہوں۔ تم اپنے راستے پر قائم ہو میں اپنے راستے پر قائم ہوں۔''

یہاں ایک اور لفظ ''شک'' کی طرف بھی غور کریں۔ شرک اور کفر کی چھاپ

Hall Mark ہے ''**گمان ۔ شک**''۔

ایمان کا طغرہ امتیازی ہے۔ **یقین** ۔ یقین جو ایمان کا مترادف ہے۔

مرا دل مری رزم گاہ حیات
گمانوں کے لشکر یقیں کا ثبات

''یقین کا ثبات'' تفسیر ہے لا الہ الا اللہ کی۔

اور پھر ایک نکتہ کی بات یہ ہے کہ کافر کو اس چیز سے ڈرایا گیا ہے جس سے وہ فی الواقعہ

ڈرتا ہے۔ **موت** ۔

موت کا ذکر صرف بر سبیل تذکرہ کیا گیا ہے کہ اللہ وہ جو تمہاری موت لاتا ہے۔

﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ﴾

اگر مومن سے بات کی جائے تو یـــحیــکــم کہا جائے گا۔ کیونکہ مومن کی لغت میں

''زندگی'' ہے اور اس کے بعد پھر دوسری زندگی موت تجدید مذاق زندگی کا نام ہے۔

مذاق زندگی کو زندگی کا ذائقہ کہہ لیجئے۔ جس طرح سے ایک لباس تبدیل کیا جاتا ہے

اسی طرح مومن کا طرز حیات بھی تبدیل ہوتا ہے۔

موت اک زندگی میں وقفہ ہے
یعنی آگے چلیں گے دم لے کے

جب بات مومن کی زندگی پر چل نکلی ہے جب کہ آیت زیر تبصرہ میں موت کافر کا ذکر ہے تو ایک شعر اور پیش خدمت ہے۔

عشق ہے اصل حیات

موت ہے اس پر حرام

عشق شبیہ مصطفیٰ تو نہیں ہے مگر اقبال کے ہاں **تشبیہ مصطفیٰ** ضرور ہے۔

عشق خدا کا رسول۔ عشق خدا کا کلام۔

رسول اور کلام۔ صاحب قرآن اور قرآن دونوں کے لئے ایک تشبیہ اقبال ہی کا حصہ ہو سکتا ہے۔ یہ بات سمجھانے کی نہیں ہے سمجھ جانے کی ہے...... بس اب تاب گفتار کہتی ہے بس۔

﴿وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝﴾

''اور مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ میں ایمان لانے والوں میں سے رہوں اور یہ کہ اپنا رخ یکسو ہو کر اس دین کی طرف کرلوں، اور کبھی مشرکوں میں سے نہ ہوں۔''

یعنی اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ اس بات کا اعلان کریں کہ جو مجھ پر وحی کی جاتی ہے، میں اس پر ایمان لانے والا ہوں۔ میں توحید خالص کا حامل ہوں۔ میں عبادات کے معاملے میں صرف ایک اللہ کے سامنے جھکنے والا ہوں۔

خطاب کے اس حصے میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو باتوں کا حکم دیا:

ا۔ یہ کہ موحد بن کر اللہ کے سامنے قائم رہیں۔ عبادات، معاملات اور دنیاوی زندگی میں تمام تر رہنمائی کے لئے اللہ کی طرف رجوع کریں۔ اپنے معاملات کے لئے اِدھر اُدھر نہ دیکھیں۔

۲۔دوسرا حکم یہ دیا گیا کہ توحید پر قائم رہیں اور مشرکین کی جماعت میں شامل نہ ہوں۔

حَنِیۡفُ کے معنی ہیں یکسو، یعنی ہر دین کو چھوڑ کر صرف دین اسلام کو اپنانے والا اور ہر طرف سے منہ موڑ کر صرف ایک اللہ کی طرف یکسوئی سے متوجہ ہونے والا اور یہ مسلمان کی ایک ایسی صفت ہے جو اسے دنیا میں تمام لوگوں سے ممتاز بنا دیتی ہے۔

آیت نمبر ۱۰:

''حق'' تسلیم کرنے میں ہی نجات ہے

قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا ۚ وَ مَاۤ اَنَا عَلَیْكُمْ بِوَكِیْلٍ ○ وَ اتَّبِعْ مَا یُوْحٰۤى اِلَیْكَ وَ اصْبِرْ حَتّٰى یَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَ هُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ ○

آپ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) فرما دیجئے کہ اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق پہنچ چکا ہے اس لئے جو شخص راہ راست پر آجائے وہ اپنے واسطے راہ راست پر آئے گا اور جو شخص بے راہ روی اختیار کرے گا تو اس کا بے راہ روا ہونا اس پر پڑے گا۔ اور میں تم پر مسلط نہیں کیا گیا اور آپ (اے رسول) اس کی اطاعت کرتے رہئے جو آپ کے پاس وحی بھیجی جاتی ہے اور صبر کیجئے یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کردے اور اللہ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔

(سورۃ یونس/10:108-109)

یہ آیت اسی سورۃ یونس کا ایک حصہ ہے جس میں بار بار توحید پر ایمان لانے کا حکم عامتہ الناس کو دیا گیا ہے۔ پوری سورہ کا یہ ہی مزاج ہے مگر کم از کم چار دفعہ یہ حکم بغیر کسی سیاق وسباق کے براہ راست دیا گیا ہے۔ اس آیت میں یہ حکم براہ راست نہیں دیا گیا ہے بلکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا ہے کہ وہ لوگوں کو جتلا دیں۔ ایسا کیوں ہے یہ شاید کسی مفسّر کو معلوم ہو مگر اگر اس آیت میں اگر پہلا لفظ ''قل'' نہ ہوتا تو یہ براہ راست عام انسانیت پر ایک حکم ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''قُلْ یا اَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَ کُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکُمْ''

''آپ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے کہ اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق پہنچ چکا ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری اور فیصلہ کن اعلان کرنے کا حکم دیا۔ اس حکم کی تشریح کرتے ہوئے اس بات کی ضمانت فراہم کردی کہ یہ قرآن کریم اور اسلام ''حق'' ہے۔ جو اعلان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب کرنے والے ہیں، صرف وہی حق ہے اس کے علاوہ جو کچھ ہے، وہ باطل ہے۔ اس حق میں حدود قائم کردی گئی ہیں۔ اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس میں کوئی کجی نہیں اور نہ کوئی فلسفیانہ گفتگو ہے، جسے سمجھنا ہر کسی کے بس میں نہ ہو۔ یہ ایک سیدھا سادا پیغام ہے جو فطرت کے قریب تر ہے۔ جو بھی عقل سلیم کے ساتھ اس کو پڑھے یا سنے گا، اسے سمجھ لے گا۔ اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں اسے ایسی حکمت نظر آئے گی جو اس کے ایمان کو اور زیادہ مضبوط اور پختہ کرے گی۔

یہ حکم کسی ایک رب کی طرف سے نہیں ہے بلکہ واحد احد رب العلمین کی طرف سے ہے۔ جب وہ اکیلا ہے ہر شئے کا خالق اور عامل ہے تو کسی اور شخص۔ قوت۔ تخیل۔ سے مدد مانگنے لینے اور ملنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چھوٹے حقیقی چچازاد بھائی یعنی انہیں عبداللہ بن عباس کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ

''ہر طرح کی مدد کی خواہش تجھ کو اللہ سے ہی کرنی چاہئے کیونکہ تمام دنیا تجھ کو ضرر پہنچانا چاہے یا فائدہ تو جب تک اللہ کی مرضی نہ ہو کوئی نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان''۔

(ترمذی۔ مسند امام احمد)

یہ حدیث "مَنِ اهْتَدٰی فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ" کی گویا تفسیر ہے۔ یعنی جو شخص ہدایت پر گامزن ہوگا وہ اپنی ہی جان کو عذاب سے بچانے میں کامیاب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا:

وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا

"اور جو شخص بے راہ روی اختیار کرے گا تو اس کا بے راہ ہونا اسی پر پڑے گا۔"

اس کے بعد اگر کوئی شخص کسی غیر اللہ سے مدد مانگتا ہے تو وہ اس کا خود ذمہ دار ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس پر مسلّط نہیں کئے گئے ہیں۔ "وما انا علیکم بوکیل" اور ایک دوسرے موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو تشفّی دی ہے۔

"لَسْتَ عَلَیْهِمْ بِمُصَیْطِرٍ"

آپ ان پر داروغہ بنا کر نہیں بھیجے گئے۔ اگر وہ منہ پھیر کر چلے گئے کفر کی طرف

"اِلَّا مَنْ تَوَلّٰی وَ کَفَرَ"

تو پھر ان کے لئے اللہ کا عذاب اکبر ہے۔ آخر کار وہ اللہ کے پاس ہی آئیں گے اور پھر ان کا حساب اللہ کا ذمہ ہے۔

یہاں آ کے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ قل کی ضرورت کیا تھی۔ آیت کے آخر میں خطاب بہر حال رسول سے ہی ہونا تھا کہ آپ استقامت کے ساتھ جو وحی آپ پر کی جاتی ہے اس پر عمل کیجئے اور فیصلہ تو بہر حال "خیر الحکمین" اللہ تعالیٰ کو ہی کرنا ہے۔

وَاتَّبِعْ مَا یُوْحٰی اِلَیْکَ وَاصْبِرْ حَتّٰی یَحْکُمَ اللّٰهُ ج وَهُوَ خَیْرُ الْحٰکِمِیْنَ O

آیت نمبر ۱۱:

روز قیامت کے ہولناک مناظر

يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْئٌ عَظِيْمٌ ۝ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ۝ كُتِبَ عَلَيْهِ أَنَّهُ مَنْ تَوَلَّاهُ فَأَنَّهُ يُضِلُّهُ وَيَهْدِيْهِ إِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝

''اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو! بلاشبہ قیامت کا زلزلہ بہت ہی بڑی چیز ہے۔ جس دن تم اسے دیکھ لو گے، ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور تمام حمل والیوں کے حمل گر جائیں گے اور تم دیکھو کہ لوگ مدہوش دکھائی دیں گے، حالانکہ در حقیقت وہ متوالے نہ ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب بڑا ہی سخت ہے۔ بعض لوگ اللہ کے بارے میں باتیں بناتے ہیں اور وہ بھی بے علمی کے ساتھ اور سرکش شیطان کی پیروی کرتے ہیں۔ جس پر (قضائے الٰہی) لکھ دی گئی ہے کہ جو کوئی اس کی رفاقت کرے گا وہ اسے گمراہ کر دے گا اور اسے آگ کے عذاب کی طرف لے جائے گا۔''

(الحج / 22:1-4)

الفاظ کے کچھ معنی نہیں ہوتے جب تک کہ الفاظ کے پردے سے کوئی تصویر یا تصور نہ ابھرے۔ معمولی سی مثال ہے کہ کسی زبان کا کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو اسکیمو لینڈ Eskimo-Land کے کسی انسان کو ایک معمولی سے لفظ ''درخت'' کے معنی سمجھا سکے۔ اس نے کسی بیج کو زمین میں دبا کر اس

سے درخت پیدا ہوتے نہیں دیکھا۔ وہ پہیہ (Wheel) کی افادیت نہیں سمجھ سکتا جو دنیا کے دوسرے انسانوں کے لئے پہلی اہم ایجاد ہے۔ وہ نہیں سمجھ سکتا کہ کوئی چیز جو گھومتی ہو وہ آگے بڑھ کر سفر بھی کر سکتی ہے۔ اس کی برف گاڑی Sledge کتا پا ور سے برف پر پھسلتی ہوئی سفر کرتی ہے مگر ہارس پور سے گھومتا ہوا پہیہ برف پر سفر نہیں کر سکتا۔

یہ خیال صرف اس خاکسار مولف کا ہے اس کی غلطی معاف کیجئے۔ قیامت گزری نہیں ہے اس لئے کسی کے تخیل میں قیامت کے عذاب نفخ صور۔ گرمی اور پیاس کی تکلیف کو بڑھا کر ان کا تخیل وہاں پہنچ جاتا تھا۔ جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس کو ویسا ہی مان لینے میں عافیت ہے۔ زیادہ فلسفہ طرازی صرف گمراہی ہے۔ یقین کو راہ بر بنالینا عین ایمان تو ہے ہی عافیت بھی اس میں ہے۔

ان آیات کی تشریح حضرت ڈاکٹر حامد حسن بلگرامی کی زبان میں پیش خدمت ہے۔

''اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو (کہ) بے شک قیامت (کے دن) کا زلزلہ ایک عظیم حادثہ ہوگا (ایک ایسا واقعہ ہوگا جو ہر شے کی کیفیت کو بدل دے گا یہ زمین و آسمان تہ و بالا ہوں گے۔ مائیں محبت بھول جائیں گی۔ عذاب تصوّر سے لوگوں کے ہوش گم ہوں گے۔)

(واضح رہے کہ بھول میں پڑے ہوئے لوگوں کے لئے قیامت قیامت ہے۔ انس والوں کے لئے قیامت قرب دید ہے۔)

جس دن تم (جو آج بھول میں پڑے ہوئے ہو) اسے دیکھو گے (اس دن یہ کیفیت ہوگی کہ) تمام دودھ پلانے والی (مائیں) اپنے دودھ پیتے ہوئے (بچہ) کو بھول جائیں گی اور ہر حاملہ کا حمل ساقط ہو جائے گا اور (اے مخاطب اس دن) لوگ تجھے نشہ (کی سی حالت) میں نظر آئیں گے حالانکہ وہ نشہ میں نہ ہوں گے بلکہ (عذاب الٰہی سے ان کے ہوش گم ہوں گے بے شک) اللہ کا عذاب (اس کی گرفت) بہت سخت ہے (بڑی سخت چیز ہے۔)

اور کچھ ایسے بھی لوگ ہیں جو اللہ کے معاملہ میں بلا جانے بوجھے (اللہ کی بتائی ہوئی باتوں میں کج بحثی کرتے ہیں، احمقانہ شبہات پھیلاتے ہیں) جھگڑتے ہیں اور ہر سرکش شیطان کے پیچھے ہو لیتے ہیں (اس کی پیروی میں ذرا تامل نہیں کرتے، نہیں سوچتے کہ ان کا کیا حشر ہوگا۔)

(حالانکہ شیطان کے متعلق اللہ کا کھلا فیصلہ ہے) اس کے بارے میں لکھ دیا گیا ہے کہ جو اس سے دوستی کرے گا تو وہ اسے ضرور گمراہ کرے گا اور (بالآخر) اسے دوزخ کے عذاب تک پہنچا دے گا۔

آیت نمبر ۱۲:

تخلیق انسانی۔ حیات وموت

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُضْغَةٍ مُخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِنُبَيِّنَ لَكُمْ وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ۖ وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا ۚ وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَأَنْبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ○

"اے لوگو! اگر تمہیں مرنے کے بعد جی اٹھنے میں شک ہے تو سوچو! ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ سے، پھر خون بستہ سے، پھر گوشت کے لوتھڑے سے، جو صورت دیا گیا تھا اور بے نقشہ تھا۔ یہ ہم تم پر ظاہر کر دیتے ہیں، اور ہم جسے چاہیں ایک مقررہ وقت تک رحم مادر میں رکھتے ہیں، پھر تمہیں بچپن کی حالت میں دنیا میں لاتے ہیں، تاکہ تم اپنی پوری جوانی کو پہنچو، تم میں سے بعض تو وہ ہیں جو فوت کر لئے جاتے ہیں اور بعض بے مقصد عمر کی طرف پھر سے لوٹا دیئے جاتے ہیں کہ وہ ایک چیز سے باخبر ہونے کے بعد پھر بے خبر ہو جائے۔ تو دیکھتا ہے کہ زمین (بنجر اور خشک ہے پھر جب ہم اس پر بارشیں برساتے ہیں تو وہ ابھرتی ہے اور پھولتی ہے اور ہر قسم کی رونق دار نباتات اُگاتی ہے۔"

(سورۃ الحج/5:22)

اے لوگو! اگر تم کو دوبارہ جی اٹھنے میں کچھ شک ہے تو (خود اپنی پیدائش پر غور کر دیکھو) ہم نے تم کو (پہلی بار بھی تو) پیدا کیا (پہلے) مٹی سے پھر ایک قطرہ سے، پھر جمے ہوئے خون سے، پھر ایک نقشہ بنی ہوئی گوشت کی بوٹی سے اور کبھی بلا نقشہ کی بوٹی سے (تمہاری تخلیق کی) تا کہ ہم (تخلیق کی نشانیاں) تمہارے لئے ظاہر کریں اور ایک مدت تک رحم (مادر) میں جسے ہم چاہتے ہیں ٹھیرائے رکھتے ہیں۔ پھر تم کو بچہ بنا کر نکالتے ہیں۔ پھر (تمہاری پرورش کا سلسلہ یہاں بھی جاری رہتا ہے یہاں تک کہ) تم اپنی پوری جوانی کو پہنچ جاؤ اور (ہاں) تم میں بعض (جوانی سے قبل ہی) مر جاتے ہیں اور تم میں سے بعض کو (بڑھاپے کی) نہایت نکمی عمر تک لوٹایا جاتا ہے کہ بہت کچھ جاننے کے بعد بھی کچھ نہ جانیں (گویا جوانی کا علم، اس کا زور یہیں ختم ہو جاتا ہے اور وہ اپنے علم سے بھی بے خبر ہو جاتے ہیں۔)

(انسان کو اس کے بعد موت آتی ہے وہ زمین میں دفن کر دیا جاتا ہے یا مٹی میں مل جاتا ہے۔ کافر حیران ہیں کہ اب اس کو کیونکر زندہ کیا جائے گا۔ کیا انہوں نے خشک زمین کو نہیں دیکھا جس کے دبے ہوئے دانے، فنا ہونے کے بعد بھی ایک ہی بارش سے سرسبز و شاداب ہونے لگتے ہیں، زمین میں روئیدگی کہاں سے آئی، یہ اسی کا امر اسی کی قدرت کاملہ کا ظہور ہے) اور (اے انسان) تو دیکھتا ہے کہ زمین خشک پڑی ہے۔ پھر جب ہم اس پر مینہ برساتے ہیں تو وہ تر و تازہ ہو جاتی ہے اور پھولتی ہے اور طرح طرح کی خوشنما چیزیں اُگاتی ہے۔ (اسی طرح انسان کا پھر پیدا کیا جانا یا جی اٹھنا کیا مشکل بات ہے۔)

یہ (سب کچھ جو لوگ آنکھوں سے روز دیکھتے ہیں) اس لئے ہے کہ اللہ ہی (کی ذات) حق ہے اور وہی مردوں کو جلاتا ہے اور وہی ہر شے پر قادر ہے (جو چاہتا ہے اور جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے۔)

Abdullah Yousuf Ali

If they really have doubts in their minds about the life after death, they have only to turn their attention either to their own nature or to the nature around.

How wonderful is their own physical growth, from lifeless matter, to seed fertilized ovum, foetus, child, youth age and death. How can they doubt that the Author of all these wonderful stages in their life have brought can also give them another kind of life after the end of this life? Or if they look at external nature, they see the earth dead and barren, and Allah's fertilizing showers bring it in to life, growth and beauty in various forms. The Creator of this great pageant of Beauty can surely create yet another and a newer world.

علامہ عبداللہ یوسف علی کی انگریزی تشریح کا اردو ترجمہ اس مولف کی طرف سے۔

''اگر واقعی ان لوگوں کے دماغ میں کوئی شبہ ہے موت کے بعد کی زندگی کے متعلق تو انہیں اپنی توجہ خود ان کے اپنے وجود کی طرف موڑنی چاہیئے یا پھر قدرت کے مناظر کی طرف جو ان کے گرد پھیلا ہوا ہے۔ کس قدر حیرت ناک ہی خود ان کا ارتقا بے جان مادّہ سے ایک بیج کی طرف جو ایک ابتدائے زندگی کے ایک بیضہ۔ ایک جنین۔ ایک بچہ اور ایک جوان العمر انسان اور پھر بوڑھے انسان اور موت تک۔ کیا وہ دست قدرت جس نے یہ سارے مراحل طےٴ کرائے ہیں اس زمینی زندگی میں ان کو موت کے بعد ایک دوسری طرح کی حیات نہیں بخش سکتا۔ (اس مولّف کی طرف سے اضافہ: دوسری طرح کی حیات کے الفاظ استعمال کر کے تخیّل اور تفکّر کے لئے دروازہ کھلا چھوڑا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ حیات بہت سی تفاصیل میں اس حیات سے مختلف ہو۔ اور یہ تفاصیل بغیر تجربہ کے سمجھ میں نہیں آ سکتیں۔ ایک بات طےٴ ہے کہ اس دوسری حیات میں موت نہیں ہے یعنی ''خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَاۤ اَبَدًا'')

جاری ترجمہ عبداللہ یوسف علی:

اگر وہ اپنے اردگرد ایک مردہ بنجر زمین کو دیکھتے ہیں لیکن اللہ کی طرف سے ایک حیات بخش بارش کا چھینٹا اس کو ایک حسن کے طوفان میں تبدیل کر دیتا ہے۔ ایسے عالَم حسن کا پیدا کرنے والا یقینی طور پر ایک دوسرے طرز کا عالَم پیدا کر سکتا ہے۔ (جو شاید اس موجودہ عالَم سے کم ہی مماثلت رکھتا ہو۔ اضافہ مولّف)

آیت نمبر ۱۳:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب بشیر ونذیر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب خوشخبری دینے والے اور آنے والی مصیبت سے آگاہ کرنے والے کا ہے۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَاۤ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ○ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ○ وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ○

"(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اعلان فرما دیجئے کہ اے لوگو! میں تو تمہارے لئے صرف وہ شخص ہوں جو (برا وقت آنے سے پہلے) صاف صاف خبردار کر دینے والا ہو۔ پھر جو ایمان لائیں گے اور نیک عمل کریں گے ان کے لئے مغفرت ہے اور عزت کی روزی ہے، اور جو ہماری آیات کو نیچا دکھانے کی کوشش کریں گے وہ دوزخ میں رہنے والے ہوں گے۔"

(الحج/22:49-51)

یہاں روزی کا مطلب یعنی "رزق" کا مطلب صرف پیٹ کی روزی نہیں ہے بلکہ شاید عام عنایات ہیں۔ علامہ عبداللہ یوسف علی اس کا ترجمہ Sustenance کرتے ہیں یعنی وہ چیز جو انسان کو "قائم" رکھے۔

Say: O men I am (sent) to you only to give a clear warning.Those who believe and work Righlaousness, for them Is forgiveness and a sustenance most generous

یہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرحمت آمیز کریمانہ معافی بذات خود انسان کے لئے رزق ہے۔رزق کریم۔

آیت نمبر ۱۴:

مشرک بودا ہوتا ہے۔

یٰاَیُّھَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ یَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَیْئًا لَّا یَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ○ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ○ اَللّٰهُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ○ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ○

''اے لوگو! ایک مثال بیان کی جا رہی ہے، ذرا (کان لگا کر) سن لو! اللہ کے سوا جن جن کو تم پکارتے رہے ہو وہ ایک مکھی بھی تو پیدا نہیں کر سکتے، گو سارے کے سارے ہی جمع ہو جائیں، بلکہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز لے بھاگے تو یہ (تو) اس کو بھی (اس سے) چھین نہیں سکتے، بڑا بودا ہے طلب کرنے والا اور بڑا بودا ہے وہ جس سے طلب کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے اللہ کے مرتبہ کے مطابق اس قدر جانی ہی نہیں، اللہ تعالیٰ بڑا ہی زور وقوت والا اور غالب وزبردست ہے۔ فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے رسولوں کو اللہ ہی چھانٹ لیتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ وہ بخوبی جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے، اور اللہ ہی کی طرف سب کام لوٹائے جاتے ہیں۔''

(الحج / 22:73-76)

اللہ تعالیٰ نے یہاں ایک مثال کے ذریعہ بات سمجھانے کی کوشش کی ہے قرآن کریم کے اولین مخاطبین یعنی عرب کے مشرکین اور کم عقل بدّوؤں کو۔ جن کی تم پرستش کرتے ہو۔ پتھر اور

لکڑی کے بت جن کو تم خود اپنے ہاتھوں سے تراشتے ہو وہ اس قدر نا کارہ کمزور بودے ہیں کہ وہ خود اپنی حفاظت نہیں کر سکتے وہ تمہاری کیا حفاظت کریں گے؟ وہ تمہاری مرادیں کیا پوری کریں گے جو ایک مکھی کو اپنے اوپر سے بھگا نہیں سکتے؟ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے ایسی شکایت ہے کہ پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

''مَا قَدَرُو اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِہٖ ج''

انہوں نے اللہ کی قدر ایسی نہیں پہچانی جیسی اس کا حق ہے۔حق کے معنی سچائی بھی ہیں اور حق کے معنی اللہ بھی ہیں۔

انسان نے نہ سچائی کو پہچانا نہ اللہ کو۔(اگر چہ یہ دونوں باتیں ایک ہی ہیں)۔

اللہ تعالیٰ نے ایک رسول چنا جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اس رسول کے پاس پیغام پہنچانے کے لئے ایک قاصد (رسول) چنا جس کا نام جبرئیل ہے۔

''اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌO''

''اللہ تعالیٰ بڑا ہی زور وقوت والا اور غالب وزبردست ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے خود ہی اپنی زبردست قوت اور غلبے کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا کہ جس اللہ نے تمام کائنات بنائی، اس کا نظام بھی وہی چلائے گا۔وہ نظام کائنات چلانے میں یکتا وتنہا ہے۔

''اَللّٰهُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَةِ رُسُلاً وَّمِنَ النَّاسِ ج''

''فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے رسولوں کو اللہ ہی چھانٹ لیتا ہے۔''

رُسُلاً: رسول کی جمع ہے۔جس کے معنی ہیں، فرستادہ، بھیجا ہوا قاصد۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے بھی رسالت یعنی پیغام رسانی کا کام لیا ہے۔جیسے جبرئیل

علیہ السلام کو اپنی وحی کے لئے منتخب کیا تا کہ وہ رسولوں کے پاس وحی پہنچائیں یا عذاب لے کر قوموں کے پاس جائیں۔

اسی طرح انسانوں میں سے بھی جنہیں چاہا، رسالت کے لئے چن لیا۔ انہیں لوگوں کی ہدایت و رہنمائی پر مامور فرمایا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے منتخب بندے تھے۔ ان کے ذمے بعض امور لگائے گئے اور وہ اپنی ذمہ داریاں پوری کرتے رہے۔ بعض لوگوں نے عقیدت میں غلو سے کام لیتے ہوئے انہیں اللہ کا شریک گردان لیا۔

"اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ م بَصِيْرٌ O"

"بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے۔"

وہ ذات باری تعالیٰ اپنے بندوں کے اقوال سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اور آیت کا آخری ٹکڑا ہے کہ اللہ تعالیٰ حال اور مستقبل سے بہ خوبی آگاہ ہے اور آخر کار ہر چیز ہر امر کا فیصلہ بارگاہ خداوندی سے ہی ہوتا ہے۔

اس آیت میں "ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْب" کا ترجمہ بودے اور کمزور ہیں وہ (پتھر کے) معبود اور ان کے عبادت گزار۔ علامہ عبداللہ یوسف علی نے اس کو زیادہ بلند بانگ الفاظ میں انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔

Feeble are those who petition

And those whom they petition

Both idols and their worshippers

Are poor, foolish, feeble creatures

کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ شرک خفی کرنے والوں کے لئے بھی ہم احمق ۔ بے وقوف بودے اور کمزور کے الفاظ استعمال کریں؟

آیت نمبر ۱۵:

شیطان کا نام دھوکا ہے۔

گمراہی شیطان ہی کا نام ہے۔

یاایُّھا النّاسُ اتَّقُوْ رَبَّکُمْ وَاخْشَوْا یَوْمًا لَّایَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِہٖ ز وَلَا مَوْلُوْدٌ ھُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِہٖ شَیْئًا ط اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّکُمُ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا وَلَا یَغُرَّنَّکُمْ بِاللّٰہِ الْغَرُوْرُ○ اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ صلے وَمَاتَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا صلے وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ط اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ○

”اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے خوف کھاؤ جس دن باپ اپنے بیٹے کو کوئی نفع نہ پہنچا سکے گا اور نہ بیٹا اپنے باپ کو ذرا سا بھی نفع پہنچانے والا ہوگا۔ (یاد رکھو) اللہ کا وعدہ سچا ہے (دیکھو) تمہیں دنیاوی زندگی دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ دھوکے باز (شیطان) تمہیں دھوکے میں ڈال دے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے، وہی بارش نازل فرماتا ہے، اور ماں کے پیٹ میں جو ہے، اسے جانتا ہے، کوئی (بھی) نہیں جانتا کہ کل کیا (کچھ) کرے گا، نہ کسی کو یہ معلوم ہے کہ کس زمین میں مرے گا۔ (یاد رکھو) اللہ ہی پورے علم والا اور صحیح خبروں والا ہے۔“

(سورۃ لقمان/ 31:33-34)

یہ بات بار بار دہرائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو کہ آخری حساب کتاب اسی کے حضور

میں ہونا ہے اور اس سلسلہ میں شیطان اکثر دھوکے میں مبتلا کر دیتا ہے۔ (ایک دھوکا تو شاید یہود کو یہ تھا کہ وہ نسل کے اعتبار سے ایسے برتر ہیں کہ ان کی نجات کی ضمانت ہے) بہرحال اس آیت کریمہ کی رو سے کوئی شخص کسی دوسرے کے بروز قیامت کام نہ آسکے گا۔ (شفاعت کا ذکر کسی اور جگہ (بلکہ کم از کم دو جگہوں میں) موجود ہے مگر وہ بھی محدود کر دیا گیا ہے "مَنْ اَذِنَ لَہُ الرَّحْمٰنُ" سے کہ شفاعت بھی وہ کرے گا جس کو شفاعت کی اجازت ملے گی اور وہ بھی سچی شفاعت کر سکے گا "وَقَالَ صَوَابًا"۔

اس آیت میں پانچ چیزوں کا ذکر ہے کہ اس کا علم صرف اللہ کو ہے۔ اگر ہم یہ مان لیں کہ علم۔ بینائی۔ سماعت سب اضافی ہیں تو بات صاف ہو جائے گی۔ کچھ وہ جن کو تھوڑا سا علم (اور زیادہ بڑا دعویٰ) دے دیا گیا ہے وہ زور زور سے نعرہ لگا کر چلاتے ہیں کہ وہ آج کل کی نئی مشینوں کے ذریعہ یہ بتا سکتے ہیں کہ رحم مادر میں بچہ کی جنس کیا ہے۔ بس اتنا ہی علم کافی ہے؟۔ یہ علم نہیں بلکہ علم کا ایک شمہ برابر حصہ بھی نہیں ہے۔ اس بچے کی ہزاوں لاکھوں سال کی آنے والی نسل کے متعلق کیا علم ہے؟۔ خود وہ بچہ حکیم لقمان بنے گا یا بوجہل؟ وہ قاتل بنے گا یا عابد زاہد۔ خود سائنس والے کچھ DNA کی زنجیر کی بات کرتے ہیں کہ DNA میں لکھا ہے کہ اس شخص کو فلاں عمر میں فلاں بیماری مثلاً ذیابطیس یا فشار خون لگنے والا ہے۔ یہ DNA میں لکھا ہے۔ میں تو ان کی بات مان بھی لوں مگر وہ یہ نہیں مانیں گے کہ "**یہ تقدیر میں لکھا ہے۔**" اضافی اور مطلق کی بحث پر تو کتابیں لکھی جا سکتی ہیں اس چھوٹی سی شرح میں یہ ممکن نہیں ہے۔ شاید مثال سے یہ بات کچھ کھل جائے۔ ایک کمرہ میں ایک پردہ لٹکا ہوا ہے جو شخص پردے کے سامنے ہے اس کے لئے پردہ غیب ہے جو پردے کی دوسری طرف ہے اس کے لئے اس مقام کا حال عالم شہادت ہے۔ دیکھا بھالا ہے۔ ایک تیسرے شخص کو صرف ایک فوٹو دے دیا گیا ہے وہ پردے کے آگے ہو یا پیچھے ہو ایک حد تک

اس کو "علم" ہے۔ اگرچہ محدود۔

وہ سائنسدان جو الٹرا ساؤنڈ کی مشین یا خوردبین سے اس رحم مادر میں چھپے ہوئے بچے یا کسی مریض کی چند چھپی ہوئی خصوصیتیں جان لیتا ہے وہ ایسا ہی ہے کہ اللہ نے اس کو ایک پردے کے پار کر دیا ہے۔ ایسے کتنے پردے ہیں جن کو انسان کو ارتقائی منازل میں ابھی صدیوں تک پار کرنا ہے؟ آہستہ آہستہ اضافی علم اس کو ملتا رہے گا مگر علم مطلق اس کے نصیب میں نہیں ہے۔ عالم مطلق تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ. عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ

آیت نمبر ۱۶:

اللہ ہی خالق ورازق ہے۔

یَا اَیُّھَا النَّاسُ اذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ ؕ ھَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰہِ یَرْزُقُکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ صلے فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ O وَاِنْ یُّکَذِّبُوْکَ فَقَدْ کُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِکَ ؕ وَاِلَی اللّٰہِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ O

"اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر جو انعامات کئے ہیں، انہیں یاد رکھو، کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق بھی ہے جو تمہیں آسمان وزمین سے روزی دیتا ہے؟ نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ (اللہ تعالیٰ)، پس تم کہاں الٹے جاتے ہو؟ اور اگر یہ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو جھٹلائیں تو آپ سے پہلے بھی تمام رسول جھٹلائے جاچکے ہیں اور تمام کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔"

(سورۃ الفاطر/35:3۔4)

"اے لوگو! اللہ کے احسانات جو تم پر ہیں ان کو یاد کرو (اللہ کی بڑی نعمت اس کا رسول، اس کا کلام ہے۔) کیا اللہ کے سوا کوئی خالق ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے روزی پہنچا سکے۔ (نہیں) اس کے سوا کوئی معبود نہیں پھر (ایسے "رحمٰن ورحیم" کے دامن رحمت کو چھوڑ کر) کہاں بہکے جارہے ہو۔

اور (اے رسول) اگر یہ (منکرین) آپ کو جھٹلا رہے ہیں تو آپ سے قبل بھی کتنے پیغمبر جھٹلائے گئے اور (لوگوں کا جھٹلانا یا ایمان لانا) اللہ ہی کی طرف سب کام پہنچتے ہیں (اس کے روبرو سب کو حاضر ہونا ہے، سب کے اعمال اس کے سامنے پیش ہوں گے سب باتوں کا فیصلہ ہو جائے گا۔)"

علامہ عبداللہ یوسف علی اس آیت کریمہ میں رزق کے معنی کو وسیع کر دیتے ہیں۔ یعنی ہر وہ چیز جو انسان کی مادّی اور روحانی تمام ضروریات کو پورا کرتی ہے۔

The word is sustenance and human life is sustained, by Allah's grace and providence. Sustenance is to be taken, in Quranic language for all that helps to maintain and develop every aspect of life, physical and spritual.

آیت نمبر ۱۷:

شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے۔

یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ صلے فَلَا تَغُرَّنَّکُمُ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا صلے وَلَا یَغُرَّنَّکُمْ بِاللّٰہِ الْغَرُوْرُ○ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا ج اِنَّمَا یَدْعُوْ حِزْبَہٗ لِیَکُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ○

''اے بنی نوع انسان! اللہ کا وعدہ سچا ہے، تمہیں دنیاوی زندگانی دھوکے میں نہ رکھے، اور نہ وہ دھوکے باز (شیطان) تمہیں غفلت میں ڈالے۔ یاد رکھو! شیطان تمہارا دشمن ہے، تم اسے اپنا دشمن ہی سمجھو۔ وہ تو اپنے گروہ کو اپنی راہ پر اس لئے بلا رہا ہے تاکہ وہ جہنم واصل ہو جائیں۔''

(سورۃ الفاطر/ 35:5-6)

اس آیت کریمہ کا اردو ترجمہ جو اوپر دیا گیا ہے وہ تقریباً متفقہ ہے۔ مگر عبداللہ یوسف علی صاحب کے انگریزی ترجمہ میں دو بڑے خفیف سے اختلافات ہیں۔

۱) علامہ اللہ تعالیٰ کے دونوں وعدوں کے سچ ہونے کا کھول کر ذکر کرتے ہیں۔ ایک نیک اعمال پر جنت کی بشارت اور برے اعمال کی سزا۔ یعنی جزا بھی اور سزا بھی۔

۲) علامہ آیت کے لفظی ترجمہ میں تو شیطان کا نام استعمال کرتے ہیں (مطابق قرآن کریم) مگر تفسیر میں اس کو نام کے بجائے (۱) بدی کی روح یا مجسم بدی اور (۲) انسان کا۔ چالاک ترین یا ذلیل ترین دشمن کہتے ہیں۔ لفظی ترجمہ وہی خیال کریں جو اوپر ہے مگر:-

The deception of EVIL takes two forms

1. The seductive temptations of this world may deceive us into forgetting the hereafter.

2. The Arch Enemy himself may so blind our vision that we may say with him, "Evil be thou my good". We may be misled by easy stages. Are we on our guard?

Evil is our enemy and should be treated as such. It is really foreign to our nature. Personifying the Spirit of Evil we may say that he wants us to share in his own damnation. Shall we allow our self to fall into this snare?

ترجمہ:

بدی کا دھوکا ہم پر دو طرح حملہ کرتا ہے۔

۱) اس دنیا کی تحریصی لذات ہم کو آنے والی زندگی کو بھلا دیں۔

۲) چالاک ترین ذلیل ترین دشمن ہم کو اس قدر اندھا کر دے کہ ہم اس کو اپنا نیک خواہ (بہی خواہ) مان لیں۔ ہم درجہ بدرجہ گمراہی کی طرف بڑھتے جائیں۔ کیا ہم نے اپنی حفاظت کا انتظام کر لیا ہے؟

بدی کا (لیڈر) ہمارا دشمن ہے اور اس سے دشمن کا ہی سلوک کرنا چاہیئے۔ یہ ہماری فطرت کے خلاف ہے۔ یہ بدی کی مشخّص شکل ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہم کو اپنی لعنت میں شریک کرنا چاہتا ہے۔ کیا ہم اس پھندے میں پھنس جائیں گے؟

آیت نمبر ۱۸:

تمام انسان فقیر۔ اللہ غنی

یا اَیُّھا النّاسُ اَنتُمُ الفُقرَآءُ اِلَی اللّٰہِ ۚ وَاللّٰہُ ھُوَ الغَنِیُّ الحَمِیدُ O اِن یَّشا یُذھِبکُم وَیاتِ بِخلقٍ جدِیدٍ O وَما ذَالِکَ عَلی اللّٰہِ بِعزِیزٍ O وَلا تزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزرَ اُخرٰی ۚ وَاِن تدعُ مُثقلَۃٌ اِلٰی حِملِھا لا یُحمَل مِنہُ شیءٌ وَّلَو کَانَ ذا قُربٰی اِنَّما تُنذِرُ الَّذِینَ یخشَونَ رَبَّھُم بِالغَیبِ وَاَقامُوا الصَّلٰوۃَ ۚ وَمَن تَزَکّٰی فَاِنَّما یتزَکّٰی لِنَفسِہٖ ۚ وَاِلَی اللّٰہِ المَصِیرُ O

''اے لوگو! تم اللہ کے محتاج ہو اور اللہ بے نیاز خوبیوں والا ہے۔ اگر وہ چاہے تو تم کو فنا کردے اور ایک نئی مخلوق پیدا کردے۔ اور یہ کام اللہ (تعالیٰ) کے لئے کوئی مشکل نہیں۔ کوئی بھی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، اگر کوئی گراں بار دوسرے کو اپنا بوجھ اُٹھانے کے لئے بلائے گا تو وہ اس میں سے کچھ بھی نہ اٹھا سکے گا گو قرابت دار ہی ہو، اور آپ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم) صرف انھیں آگاہ کر سکتے ہیں جو غائبانہ طور پر اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔ اور جو لوگ پاکبازی اختیار کرتے ہیں وہ اپنے (بھلے کے) لئے ہی ایسا کرتے ہیں اور (بہرحال) سب کو لوٹنا اللہ کی ہی طرف ہے۔

(سورۃ الفاطر/35:15-16)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یَا اَیُّھا النَّاسُ اَنتُمُ الفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰہِ

اے لوگو! تم سب اللہ کے در کے فقیر اور محتاج ہو۔ ایک نہایت سیدھے سادھے جملے

میں تمام بنی نوع انسان کو بتا دیا گیا کہ تم سب اللہ کے در کے فقیر ہو۔ (تم سب نبی۔ ولی۔ مشائخ۔ پیر۔ فقیر۔ مجذوب سب کے سب) وہ ہر زمانے میں ہر وقت اور ہر حال میں اللہ کی مدد کے محتاج ہیں۔ سب سے بڑا مرتبہ عبدہ ورسولہ کا ہے۔ وہ بے شک سرور کائنات ہیں رسول محترم ہیں مگر ہیں بہر حال عبد۔ اللہ کے بندے۔

وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ○

اللہ تعالیٰ غنی اور حمید ہے۔ غنی کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر چیز کا ملک کلّی ہے اپنی ہر مخلوق سے مستغنی ہے۔ بے نیاز ہے۔ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے (ہماری عبادت کی بھی اس کو ضرورت نہیں ہے)۔ وہ حمید یعنی خود بخود محمود ہے کوئی اس کی حمد کرے یا نہ کرے۔

ایک حدیث قدسی کا مفہوم ہے۔

"اے میرے بندو! اگر تمہارے اوّل و آخر اور اسی طرح تمام انسان اور جن اس ایک آدمی کے دل کی طرح ہو جائیں جو تم میں سب سے زیادہ متّقی اور پرہیز گار ہے تو اس سے میری حکومت اور بادشاہی میں اضافہ نہیں ہوگا اور اے میرے بندو! اگر تمہاری اوّل و آخر اور تمام انسان اور جن اس ایک آدمی کی طرح ہو جائیں جو تم میں سب سے زیادہ نافرمان اور فاجر ہے تو اس سے میری بادشاہی میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اوّل و آخر اور انسان اور جن سب ایک میدان میں جمع ہو جائیں اور مجھ سے سوال کریں اور میں ہر انسان کو اس کے سوال کے مطابق عطا کر دوں اور اس سے میرے خزانے اور بادشاہی میں اتنی ہی کمی ہوگی جتنی ایک سوئی کو سمندر میں ڈبو کر نکالنے سے سمندر کے پانی میں ہوتی ہے۔

(صحیح مسلم۔ کتاب البر۔ باب تحریم الظلم)

اللہ تعالیٰ کا خطاب جاری ہے۔اپنی بے نیازی کی ایک اور مثال بیان فرمائی۔

اِنْ یَّشَا یُذْھِبْکُمْ وَیَاتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍO وَمَا ذَالِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍO

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم میرا حکام کی نافرمانی کرو گے تو کچھ بعید نہیں ہے کہ میں تم کو فنا کر کے نئی قوم کو اس جگہ آباد کردوں۔

اللہ تعالیٰ نے قیامت کے روز کی منظر کشی کی ہے۔

وَلَا تَزِرُوْ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ج وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَۃٌ اِلٰی حِمْلِھَا لَا یُحْمَلْ مِنْہُ شَیْ ءٌ وَّلَوْ کَانَ ذَا قُرْبٰی

کوئی بھی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور اگر کوئی گراں بار کسی دوسرے کو اپنے بوجھ میں سے کچھ اٹھانے کے لئے بلائے گا تو وہ اس میں سے کچھ بھی نہ اٹھا سکے گا چاہے وہ اس کا قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہو۔

مولّف کا اضافہ: (شفاعت کا معاملہ دوسرا ہے۔شفاعت برحق اور قرآن وحدیث سے ثابت شدہ ہے مگر شفاعت کی قبولیت صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ہم میں سے ہر مومن شفاعت رسول کی امید میں ہے اور انشاء اللہ ہر مومن کے حق میں آقائے دو جہاں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول ہوگی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت تو شب معراج سے امتی امتی کی پکار سے شروع ہو چکی ہے)

اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَیْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ ط وَمَنْ تَزَکّٰی
فَاِنَّمَا یَتَزَکّٰی لِنَفْسِہٖ ط وَاِلَی اللّٰہِ الْمَصِیْرُ O

اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ انھیں صرف آگاہ کر سکتے ہیں جو غائبانہ طور پر اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نمازوں کی پابندی کرتے ہیں اور جو پاک ہو جائے وہ اپنے نفع کے لئے ہی پاک ہوگا اور **لوٹنا تو اللہ کی ہی طرف ہے۔**

آیت نمبر ۱۹:

تمام نسل انسانی ایک ماں باپ کی اولاد ہے۔

یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ O

''اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک (ہی) مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے کنبے اور قبیلے بنا دیئے ہیں تا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو، اللہ کے نزدیک تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا اور باخبر ہے۔''

(سورۃ الحجرات/13:49)

بعض مفسّرین کہتے ہیں کہ یہ آیات اس وقت نازل ہوئیں جب فتح مکہ کے موقع پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دو۔ قریش مکہ کے نزدیک ایک حبشی غلام کا کعبہ کی چھت پر چڑھ جانا ایک بڑی ہولناک بات تھی ایک نے یہ کہا کہ اچھا ہوا میرا باپ مر چکا ہے اس نے یہ روز بد نہیں دیکھا۔ حارث بن ہشام نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس کالے کوّے کے علاوہ کوئی اور نہیں ملا تھا کہ کعبہ کی چھت پر چڑھا دیں۔ ابوسفیان نے کہا کہ میں کچھ نہیں بولوں گا کیونکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہ سب خبر مل جائے گی۔ ایسا ہی ہوا۔ جبرئیل علیہ السلام نے حضور کو خبر دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تفتیش کی تو یہ باتیں کہنے والوں نے جرم قبول کیا اور پھر یہ آیات اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئیں۔ اسی معنی کی احادیث کئی ہیں اور خطبہ حجۃ الوداع میں یہ موجود ہے۔

آیت نمبر ۲۰:

غفلت شعار انسان آگاہ ہو جائے۔

یاایُّھا الِانسانُ ما غرَّکَ بِرَبِّکَ الکَرِیمِ O الَّذِیْ خلقکَ فَسوّٰکَ فعَدَلکَ O فِیْ اَیِّ صُوْرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبکَ O کَلَّا بَلْ تُکَذِّبُوْنَ بِالدِّیْنِ O وَاِنَّ علَیْکُمْ لحٰفِظِیْنَ O کِرَامًا کَاتِبِیْنَ O یعْلَمُوْنَ مَا تفْعَلُوْنَ O اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ O وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ O یَصْلَوْنَھَا یَوْمَ الدِّیْنِ O وَمَا ھُمْ عَنْھَا بِغَآئِبِیْنَ O وَمَآ اَدْرٰکَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ O ثُمَّ مَآ اَدْرٰکَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ O یَوْمَ لَا تَمْلِکُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْئًا ط وَالْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰہِ O

''اے انسان! تجھے اپنے رب کریم سے کس چیز نے بہکایا؟ جس (رب) نے تجھے پیدا کیا پھر ٹھیک ٹھاک کیا، پھر (درست اور) برابر بنایا۔ جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ دیا۔ ہرگز نہیں بلکہ تم جزاوسزا کے دن کو جھٹلاتے ہو۔ اور یقیناً تم پر نگہبان ہیں۔ عزت والے، لکھنے والے مقرر ہیں۔ جو کچھ تم کرتے ہو وہ جانتے ہیں۔ یقیناً نیک لوگ (جنت کے عیش و آرام اور) نعمتوں میں ہوں گے۔ اور یقیناً بدکار لوگ دوزخ میں ہوں گے۔ روز جزا اس میں جائیں گے۔ اور وہ اس (جہنم) سے کبھی غائب نہ ہونے پائیں گے۔ اور تجھے کچھ خبر بھی ہے کہ بدلے کا دن کیا ہے۔ میں پھر (کہتا ہوں کہ) تجھے کیا معلوم کیا جزاوسزا کا دن کیا ہے۔ (وہ ہے) جس دن کوئی شخص کسی شخص کے لئے کسی کا مختار نہ ہوگا، اور (تمام تر) احکام اس روز اللہ ہی کے ہوں گے۔''

(سورۃ الانفطار، 82:6-19)

اس سورۃ کی فضا ساری کی ساری غضب ناک ہے۔ جب آسمان پھٹ جائے گا

تارے جھڑ جائیں گے۔ سمندر ابل پڑیں گے اور جب قبریں ادھیڑ دی جائیں گی اس دن انسان کو معلوم ہو جائے گا کہ اس نے کیا کیا اور کیا فساد چھوڑا۔ (اسی سورۃ کی پانچ پہلی آیات)

یہ فضا ہے روز قیامت کی جس میں

یہ آیات اضافہ کر رہی ہیں

اس سورۃ میں وہ باتیں دہرائی جا رہی ہیں جو پہلے بھی کہی جا چکی ہیں کہ قیامت کے روز کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ کوئی کسی کی مدد نہیں کر سکے گا اور اس دن سارا حکم اللہ کا ہی چلے گا (اللہ کا حکم تو ہر لمحہ ساری کائنات میں چلتا ہے مگر قیامت کے روز کی تخصیص زور دیتی ہے کہ ہوگا وہ جو اللہ چاہے گا۔

اس سورۃ میں غضب ناکی یوں ملاحظہ کیجئے کہ بشارتی الفاظ پوری سورۃ میں صرف چار ہیں (ایک جملہ) اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ O (نیک لوگ جنت میں ہوں گے) باقی تمام سورۃ میں فضا غضب اور دہشت کی ہے۔ اللہ محفوظ رکھے۔ اللہ کے غضب سے پناہ اللہ ہی کی طرف۔

آیت نمبر ۲۱:

رب سے ملاقات ایک ناگزیر اٹل حقیقت ہے۔

یَا اَیُّھَا الْاِنْسَانُ اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدْحًا فَمُلٰقِیْهِO فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖO فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًاO وَّیَنْقَلِبُ اِلٰٓی اَھْلِهٖ مَسْرُوْرًاO وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَھْرِهٖO فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًاO وَّیَصْلٰی سَعِیْرًاO

''اے انسان! تو سخت محنت مشقت کے ساتھ ساتھ اپنے رب کی طرف کشاں کشاں چلا جا رہا ہے پھر اس سے ملنے والا ہے۔ تو (اس وقت) جس کو اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا۔ تو جلد ہی اس کا حساب بڑی آسانی سے لیا جائے گا۔ اور وہ اپنے اہل کی طرف ہنسی خوشی لوٹ آئے گا۔ ہاں جس شخص کا اعمال نامہ اسے پس پشت سے دیا گیا۔ تو وہ جلد ہی موت کو پکارے گا۔ اور بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا۔''

(سورۃ الانشقاق/84:6-12)

اس آیت کے ترجمہ اور تشریح میں الفاظ ''رب'' اور ''ملاقات'' اس لئے لئے گئے ہیں کہ آیت میں یہ ہی الفاظ نازل ہوئے ہیں جہاں رب کے لئے اللہ کا لفظ ہوسکتا تھا اور ملاقات تو بہ ہر حال پیشی ہی کہلائے گی (اردو میں)۔ عدالت میں پیشی ہی ہوتی ہے ملاقات نہیں۔

اسلام نے کفار مکہ کے سامنے جو تین مطالبے (ایمان کے مطالبے) پیش کئے تھے وہ توحید باری تعالیٰ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور حیات بعد موت اور جزا و سزا کا عمل۔

رسالت تو کفار آسانی سے مان جاتے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سامنے دیکھ کر ذات

رسول کی برتری کا اعتراف نہ کرنا ناممکن تھا۔ وہ حضور کو سارے عرب کا بادشاہ بنانے پر تو پہلے ہی دن راضی ہو گئے تھے۔

اللہ کا لفظ اور تصوّر تو ان کے ذہن میں تھا مگر اس کے ساتھ وہ تین سو ساٹھ مزید خداؤں کو کعبہ میں بٹھائے ہوئے تھے وہ ان کو گرانے مشکل تھے۔ توحید کے راستے میں یہ ہی رکاوٹ تھی اور حیات بعد موت۔ قیامت۔ جزا و سزا کا تصور سرے سے تھا ہی نہیں۔ اس لئے ایمان کے تین ارکان (عماد الدّین) میں سے ایک رکن قیامت کا برپا ہونا اور عمل کا پرکھا جانا اور جزا و سزا کا نافذ ہونا بڑا ہی اہم رکن ہے۔ یہ ہی ان آیات کا پیغام ہے۔

مولف کا دردمندانہ مشورہ سب سے پہلے تو قرآن کے لفظی معنی کو قبول کیجئے۔ ساری تفاسیر انسانی الفاظ ہیں جو ہدایت بھی ہو سکتے ہیں اور گمراہی بھی۔ قرآن الفاظ کا گورکھ دھندا نہیں ہے۔ یہ فلسفہ کی کتاب نہیں ہے۔ یہ جیسی ہے اس کو ویسا ہی قبول کرنا ہوگا۔ لعنت بھیجئے اس سارے فلسفہ پر جو آپ کے دماغ کو پھوڑا بنا دے۔

اللہ مجھ کو اور آپ کو

فلسفی کی زندگی اور

کافر کی موت سے بچائے۔

﴿۱﴾ یہ کتاب یوم الحج ۱۴۲۷/ھ کو صبح چار بجے منےاور مونا کے نئے گھر میں ختم کی۔ ان کے خاندان کے لئے خصوصی دعا کی۔تمام جمعیت عبیدیہ کے لئے دعااور امت مسلمہ کے لئے دعا کی۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ.

﴿۲﴾ آخر میں نوجوان منظور محمد خان کاشکریہ ادا کرتا ہوں انہوں نے تصحیح مسوّدہ توجہ اور محنت سے کیااور اپنے رفیق کمپوزر عرفان الرحیم اور محبوب احمد اویسی کاشکریہ ادا کرتا ہوں۔

☆☆☆☆☆

﴿۳﴾ پشاور میں اپنے میزبان خاندانوں برادرم عبدالصمد اور سلام کے لئے خصوصی دعائیں کیں۔اللہ تعالیٰ سلامتی برکات اور عافیت عطافرمائے۔

جمعیت عبیدیہ